ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org

17

مسلسل اشاعت کا 33واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

21 تا 27 شوال المکرم 1445ھ / 30 اپریل تا 6 مئی 2024ء

خون کو شمشیر پر فتح کیسے ملتی ہے؟

فلسطینی ریاست اور عوام پر درندہ صفت صیہونی حکومت کا غاصبانہ قبضہ اور دنیا کی تسلط پسند طاقتوں کی بھرپور حمایت کے باوجود اسرائیل فلسطینی قوم کا عزم محکم اور جذبہ جہاد اور شجاعانہ مزاحمت کو ختم نہیں کر سکا۔ امریکہ کے گھر کی لونڈی اقوام متحدہ صیہونی حکومت کے مظالم روکنے میں بری طرح ناکام ہوئی ہے۔ عرب سربراہان مملکت کی کانفرنسوں اور اجلاسوں سے فلسطینی قوم اپنی آزادی و مسلمہ حقوق کی امیدیں وابستہ نہ کرے۔ یہ نشست و برخاست فلسطینیوں کے لیے اگر نقصان دہ نہیں تو بے فائدہ اور لاحاصل ضرور ہے۔ نجات کا واحد راستہ استقامت و مزاحمت ہے۔ فلسطینیوں کا اتحاد اور کلمہ توحید ہی جہادی تحریکوں کا بیکراں ذخیرہ ہے۔ اس مزاحمت کا ایک ستون فلسطینی مجاہدین کی جماعتیں اور باایمان عوام ہیں جو فلسطین کے اندر اور باہر سرگرم عمل ہیں۔ دوسری طرف دنیا بھر کی مسلمان اور عرب ممالک کی حکومتیں اور عوام الناس بالخصوص علمائے دین، دانشور، سیاستدان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ اگر یہ دونوں ستون مستحکم انداز میں اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ بیدار ضمیر و دل مسلمان دنیا کے ہر گوشے میں صاحب حق اور مظلوم کی مدد کے لیے دوڑ نہ پڑیں اور سامراجی نظام کو تہس نہس نہ کر دیں۔ فلسطینی عوام اور مجاہدین کا صبر اور ان کی استقامت اور پورے عالم اسلام سے ان کی ہمہ جہتی حمایت سے فلسطین پر غاصبانہ قبضے کے شیطانی طلسم کو توڑا جا سکتا ہے۔ امت مسلمہ کا اتحاد اور مجموعی توانائیاں مسئلہ فلسطین سمیت عالم اسلام کے تمام مسائل کو حل کر سکتی ہیں۔ مسلمان بھی اپنا فریضہ صحیح طریقے سے ادا نہیں کر رہے۔ سب مسلمان مل کر فلسطینی قوم کی مدد کریں۔ انھیں تمام ضروری وسائل فراہم کریں تاکہ وہ اپنا شجاعانہ جہاد اسی انداز سے جاری رکھ سکیں۔ آج فلسطینی عوام اور مجاہدین اپنی استقامت اور بے مثال شجاعت و بہادری کے ذریعے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ خون، شمشیر کا مقابلہ کرنے کی طاقت و توانائی رکھتا ہے اور ایک دن دنیا دیکھ لے گی کہ خون کو شمشیر پر فتح کیسے ملتی ہے۔

(فرید اللہ مروت)

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 206 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 35100 سے زائد، جن میں بچے: 15100،
عورتیں: 11200 (تقریباً)۔ زخمی: 85700 سے زائد

اس شمارے میں

سبق پھر پڑھ صداقت کا......
امیر سے ملاقات (26)
اسرائیل پر ایرانی حملہ: توقعات وخدشات
محنت کشوں کی دنیا
کیا سماں ہے یہ کیا تماشا!
ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لڑکیوں کی مدد اور اللہ تعالیٰ سے دعا

سورۃ القصص | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت: 24

فَسَقٰی لَہُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ﴿۲۴﴾

آیت ۲۴: ﴿فَسَقٰی لَہُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ﴾ ’’تو موسیٰؑ نے ان دونوں کے لیے پانی پلا دیا‘ پھر سائے کی طرف پھر آیا‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت توانا اور قوی تھے۔ ان کی مردانہ غیرت نے گوارا نہ کیا کہ وہ لڑکیاں یوں بے بسی کی تصویر بنی کھڑی رہیں۔ چنانچہ وہ کنویں کی طرف بڑھے اور سب چرواہوں کو پیچھے ہٹا کر ان کی بکریوں کو پانی پلانے کا انتظام کر دیا۔ اس کے بعد وہ لڑکیاں اپنی بکریوں کو لے کر چلی گئیں اور آپؑ ایک درخت کے سائے میں جا کر بیٹھ گئے۔ تب آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

﴿فَقَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ﴿۲۴﴾﴾ ’’تو اُس نے دعا کی: پروردگار! جو خیر بھی تو میری جھولی میں ڈال دے‘ میں اس کا محتاج ہوں۔‘‘

یہ انتہائی عاجزی کی دعا ہے‘ ہم سب کو یہ دعا یاد کر لینی چاہیے۔ یہاں ’’فَقِیۡرٌ‘‘ کے لفظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انتہائی احتیاج کی جو تصویر سامنے آتی ہے‘ اس کو تھوڑی دیر کے لیے ذرا اپنے تصور میں لایئے! ناز و نعم میں پلا بڑھا ایک شخص جس کی پرورش شاہی محل میں ہوئی‘ اچانک اپنا سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ تن تنہا‘ جان بچا کر مصر سے نکلتا ہے‘ نہ معلوم کیسی کیسی مشکلات اور تکالیف اٹھا کر صحرائے سینا عبور کرتا ہے‘ پھر وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچتا ہے جہاں اُس کا نہ کوئی شناسا ہے نہ پُرسانِ حال‘ نہ سر چھپانے کی جگہ اور نہ روٹی روزی کا کوئی وسیلہ۔ گویا غربت اور محتاجی کی انتہا ہے!

درس حدیث

صلہ رحمی کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) (رواہ البخاری)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس کسی کو یہ پسند ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی و کشائش ہو اور عمر دراز ملے تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔‘‘

تشریح: صلہ رحمی سے مراد ہے اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنا، ایک دوسرے کے دکھ، درد، خوشی اور غمی میں شریک ہونا، ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا۔ صلہ رحمی کے لیے ضروری نہیں کہ انسان مالی مدد ہی کرے بلکہ جس طریقے سے بھی انسان اپنے رشتے داروں کے کام آ سکتا ہے مثلاً ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا، مشورہ دینا، کسی مشکل سے نکلنے کے لیے سہولت فراہم کرنا۔ یعنی ہر وہ طریقہ جس سے رشتے کو اچھے طریقے سے نبھایا جائے، ایک دوسرے کا خیال رکھا جائے، ایک دوسرے کے حقوق ادا کیے جائیں، اسے اختیار کرنا صلہ رحمی کہلاتا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

21 تا 27 شوال المکرم 1445ھ جلد 33
30 اپریل تا 6 مئی 2024ء شمارہ 17

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: خورشید انجم
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
خورشید انجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا!

''ایرانی صدر پاکستان تشریف لا چکے ہیں۔ یاد رہے کہ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ایران پہلا ملک تھا جس نے پاکستان کو تسلیم کیا۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارا ایک دوسرا ہمسایہ بھی ہے جس نے پاکستان کو تسلیم کرنے کی مخالفت میں ووٹ دیا۔ وہ کل بھی پاکستان دشمنی میں سرفہرست تھا اور آج بھی بغضِ پاکستان میں مبتلا ہے۔'' یہ الفاظ ایک بڑے چینل کے ایک معروف ٹی وی ٹاک شو کے اینکر نے ایرانی صدر جناب ابراہیم رئیسی کے حالیہ دورۂ پاکستان پر تبصرہ کرتے ہوئے ادا کیے۔ ہمیں حیرت نہیں ہوگی اگر قارئین اس مغالطے کا شکار ہو جائیں کہ ''کل بھی پاکستان کی دشمنی میں سرفہرست'' اور ''آج بھی بغضِ پاکستان میں مبتلا'' 'اُس ملک' سے موصوف کی مراد یقیناً بھارت ہوگی۔ لیکن اینکر نے مزید وضاحت کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا اختتام ان کلمات پر کیا ''.....جی ہاں میرا اشارہ افغانستان کی طرف ہے۔''

ہم نے فوراً کاغذ قلم سنبھالا اور جلدی سے 3 سوالات تحریر کر دیے جو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ شاید وہ اس گُتھی کو سلجھانے میں ہماری مدد کر سکیں۔

1۔ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو اُس وقت کی حکومتِ افغانستان (بادشاہت)، جس کے امریکہ کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات تھے، آج کی امارتِ اسلامیہ افغانستان سے کیا مماثلت ہے جس نے امریکہ کو افغانستان سے ذلیل کر کے نکال باہر کیا؟

2۔ 1947ء میں جب پاکستان قائم ہوا تھا تو اُس وقت کی حکومتِ ایران (بادشاہت) کی انقلابِ ایران کے بعد سے آج تک کی حکومتِ ایران سے کیا مماثلت ہے؟

3۔ ایرانی صدر کے دورۂ پاکستان پر افغانستان کے حوالے سے پروپیگنڈا کا کیا جواز ہے؟ کیا یہ عوام کی ذہن سازی نہیں ہو رہی اور اگر ایسا ہی ہے تو کس کے کہنے پر یہ زہریلا بیانیہ تشکیل دیا جا رہا ہے؟

بہرحال ہم بانگ دہل اس حقیقت کا واشگاف انداز میں اعلان کرتے ہیں کہ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کا دورۂ پاکستان انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اسرائیل نے شام میں ایران کے قونصل خانہ پر حملہ کیا تھا، جس میں 2 جرنیلوں سمیت کئی افراد جاں بحق ہو گئے تھے تو اسرائیل کی اس ننگی جارحیت اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی پر حکومتِ پاکستان کی طرف سے مذمتی بیان کے جاری نہ کیے جانے کو اہلِ فکر و نظر نے تشویش کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ پھر یہ کہ چند ماہ قبل جب دونوں ہمسایہ مسلم ممالک نے ایک دوسرے پر میزائل برسائے تو یہ سانحہ جو دونوں ممالک کے لیے انتہائی مضر ثابت ہو سکتا تھا۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ آپس کی کشیدگی کو کم کرنے کے لیے دونوں اطراف سے قدم بڑھائے گئے جس کے مثبت نتائج نکلے اور جس کے واضح شواہد ایرانی صدر کے دورۂ پاکستان کے دوران دیکھنے کو ملے۔ پاکستان، ایران تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کے لیے آٹھ خصوصی یادداشتوں پر دستخط کیے گئے۔ باہمی تجارت کے حجم کو دس ارب ڈالر تک بڑھانے پر اتفاق کیا گیا۔ خصوصی اقتصادی تعاون زون کے قیام پر بھی اتفاق کیا گیا ہے۔ گیس پائپ لائن منصوبہ، جو پاکستان کی طرف سے کئی برس تک بے جا تاخیر کا شکار رہا، اُس پر عمل درآمد شروع کرنے کے حوالے سے بھی پاکستان کی آمادگی نہ صرف نظر آ رہی ہے بلکہ عمل درآمد کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ پھر یہ کہ دونوں ممالک کے سربراہانِ مملکت کی ملاقات اور ایرانی صدر کے دورے کے اختتام

پر جاری کردہ مشترکہ اعلامیہ میں بھی خیر سگالی اور باہمی تعاون کو فروغ دینے پر زور دیا گیا ہے۔ البتہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا ابلیسی اتحادِ ثلاثہ پاکستان اور ایران میں بڑھتے ہوئے تعلقات پر ہرگز خوش نہیں ہوگا۔ پاکستان کے حکمران اور مقتدر طبقات اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ امریکہ ایرانی صدر کے دورۂ پاکستان کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لے گا۔ پون صدی کی تاریخ شاہد ہے کہ امریکہ کی نام نہاد "دوستی" بلکہ درست تر الفاظ میں "غلامی" سے ہم نے نقصان کے سوا کچھ نہیں پایا۔ پاکستان کے حوالے سے امریکی پالیسی کا ایک اہم ستون یہ ہے کہ پاکستان کو ایران اور افغانستان سے تعلقات بہتر نہ کرنے دیے جائیں۔ اپنے اس ہدف کو پانے کے لیے وہ ہر طریقے سے پاکستان کا بازو مروڑے گا لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ امریکہ اور اس کے زیرِ اثر عالمی اداروں سے فوری چھٹکارا حاصل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے۔

پاکستان، جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا، آج ابلیسی قوتوں کے رحم و کرم پر ہے۔ شدید معاشی اور سیاسی بحران واضح طور پر نظر آ رہا ہے۔ سودی قرضوں میں جکڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہمارے ایٹمی اثاثے، قومی سلامتی اور خود مختاری سمیت ہر چیز خطرے میں ہے۔ ملک اس حالت کو کیسے پہنچا؟ اس کی ہزار ہا وجوہات گنوائی جا سکتی ہیں، لیکن اس تباہی کا اصل ذمہ دار صرف حکمران طبقہ ہی ہے وہ حکمران طبقہ جو حکومتوں میں آنے کے لیے IMF کی شرائط پر ان سے معاہدے کرتا رہا، عالمی مالیاتی اداروں کی ڈکٹیشن پر ملک دشمن پالیسیاں بناتا رہا اور اقتدار حاصل کرنے اور کرسی بچانے کے لیے بیرونی آقاؤں کے سامنے اپنا سر جھکاتا رہا اور اس طرح اس طبقہ نے ملک کو تباہی کے کنارے تک پہنچا دیا۔ اس میں سویلین اور فوجی دونوں ادوارِ حکومت شامل ہیں۔ پھر یہ کہ سویلین ادوارِ حکومت میں بھی مقتدرہ نے ملکی مفاد کے بجائے ذاتی مفاد اور اپنے قبیلے کو ترجیح دی۔

ایرانی صدر کے دورۂ پاکستان کے دوران دونوں ممالک کا اپنی اپنی دہشت گرد تنظیموں پر پابندی لگانے کا بھی اصولی فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردی ایک ناسور ہے جس کا خاتمہ ضروری ہے۔ لیکن جب تک دہشت گردی کو جنم دینے والے تمام عوامل کا گہرائی اور گیرائی سے ادراک نہیں کیا جائے گا اور ریاست کی جانب سے ماضی میں کیے گئے اُن اقدامات کا تدارک نہیں کیا جائے گا جن کے باعث اپنے ہی ملک کے شہری ناراض ہو گئے تھے، اُن کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کو تسلیم کر کے اُن کا مداوا نہیں کیا جائے گا، اس ملک میں حقیقی اور مستقل امن و امان قائم نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں سابق امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن کا یہ بیان کون بھلا سکتا ہے کہ "داعش کو امریکہ نے قائم کیا۔" لہٰذا حکمرانوں اور مقتدر طبقات کو فہم و فراست کا مظاہرہ کرنا ہوگا تاکہ دشمن کی چالوں کو اُن کے منہ پر دے مارا جائے۔

دونوں ممالک، بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ باہمی تنازعات میں اُلجھ کر غزہ پر جاری اسرائیلی مظالم اور درندگی کو فراموش نہ کر بیٹھیں۔ اسرائیل کی شدید خواہش ہے کہ امریکہ، مغربی یورپ، چین اور روس کو بلاواسطہ مشرقِ وسطیٰ کی جنگ میں گھسیٹا جائے۔ پھر یہ کہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے اسرائیل جس طرح بعض مسلمان ممالک کی فضائی حدود کو استعمال کر رہا ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صہیونی ریاست یہ بھی چاہتی ہے کہ مسلمان ممالک آپس میں دست و گریباں ہو جائیں۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ غزہ میں تقریباً سات ماہ سے جاری بدترین درندگی کے باعث غزہ کے غیور مسلمانوں کی شہادتوں نے پوری دنیا کے عوام کا ضمیر جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور اب دنیا بھر میں ناجائز صہیونی ریاست کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اسرائیل غزہ میں جاری وحشیانہ قتل و غارت سے بھی دنیا کی توجہ ہٹانا چاہتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج غزہ میں بعینہٖ وہی حالات ہیں جو نائن الیون کے بعد افغانستان میں تھے۔ اُس وقت جس طرح افغانستان پر پوری دنیا متحد ہو کر ٹوٹ پڑی تھی، آج بھی غزہ میں اسرائیلی درندگی کو مغربی حکومتوں کی بلاواسطہ اور اکثر مسلمان ممالک کی بالواسطہ معاونت حاصل ہے۔ امریکہ اور مغربی یورپ کے ممالک تو کھل کر اسرائیل کا ساتھ دے رہے ہیں۔ دوسری طرف مسلمان ممالک کی خاموشی اور بعض معاملات میں اقوال و افعال کے ذریعے ظالم کی تائید و رفاقت، صہیونیت کے لیے نہ صرف تقویت کا باعث بن رہی ہے بلکہ اُس کا پلڑا بھی بھاری کر رہی ہے۔ گویا جس طرح افغانستان کے خلاف سب نے مل کر طاغوت کا ساتھ دیا تھا، آج اہلِ غزہ کے معاملے میں بھی اسی بدترین تاریخ کو دہرایا جا رہا ہے۔ اہلِ غزہ اپنی جانوں کی قربانی دے کر درحقیقت امتِ مسلمہ اور مسجدِ اقصیٰ کے تحفظ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ 35000 سے زائد شہداء جن میں اکثریت عورتوں اور معصوم بچوں پر مشتمل ہے، جراٴت، بہادری اور عزمِ مصمم کی زندہ تصویر ہیں۔ اگرچہ میڈیا کی صہیونیت نوازی ظاہر و باہر ہے لیکن اس کے باوجود خود ناجائز صہیونی ریاست کے اندر سے ایسی خوف میں ڈوبی آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ "اب ہم محفوظ نہیں"! مجاہدینِ غزہ بھی بالآخر مجاہدینِ افغانستان کی طرح سرخرو ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز! آج امتحان غزہ کے مسلمانوں کا بھی ہے لیکن اصل امتحان ایک بار پھر مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور عوام کا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان ممالک اپنے اصل دشمن کو پہچانیں اور متحد ہو کر اسرائیل کی جارحیت اور مظالم کے خلاف مشترکہ مؤقف اختیار کریں۔ پھر یہ کہ ہر قسم کے دباؤ کو سختی سے رد کرتے ہوئے غزہ کے مظلوم اور مجبور مسلمانوں کو ہر قسم کی سفارتی، مالی اور عسکری مدد فراہم کی جائے تاکہ دشمن کے مذموم مقاصد کو خاک میں ملایا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اس امتحان میں سرخرو کرے۔ آمین!

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

جمعیت علمائے اسلام اور جماعت اسلامی جیسی بڑی دینی سیاسی جماعتیں بھی تجربات کر کے اسی نتیجہ پر پہنچ رہی ہیں

جس نتیجہ پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ بہت پہلے پہنچ چکے تھے کہ نفاذ شریعت کے لیے ہم سب مل کر تحریک کا راستہ اپنائیں۔

یہود و نصاریٰ اپنی تحریف شدہ کتابوں پر عمل پیرا ہو کر مسلسل آگے بڑھتے جا رہے ہیں جبکہ دوسری طرف اُمت مسلمہ قرآن کو ترک کر دینے کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہو رہی ہے۔

تنظیم اسلامی آج بھی اسی بنیادی فکر، منہج اور طریق کار پر قائم ہے جس کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے طے کیا تھا۔

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقاءِ تنظیم و احباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: ابو ابراهیم

سوال: رمضان المبارک میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے شاگردوں نے ماشاء اللہ بہت بڑے لیول پر دورہ ترجمہ قران کی محفلیں سجائیں اور ہزاروں لوگوں نے اس سے استفادہ کیا۔ تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے لوگوں کو قرآن کی طرف بلانے کا مقصد کیا ہوتا ہے اور جو لوگ دورۂ ترجمہ قرآن سنیں رمضان کے بعد ان کے لیے کیا لائحہ عمل ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے صحابہ کرام ﷺ کے رمضان کو دیکھیں تو ان کی راتوں کا اکثر حصہ قرآن حکیم کے ساتھ بسر ہوتا تھا۔ ہمارے ہاں قرآن تراویح میں سنایا جاتا ہے لیکن سننے والوں کو پتا نہیں ہوتا کہ کیا پڑھا جا رہا ہے لہٰذا جو مقصد تھا کہ قرآن سے ہدایت حاصل کی جائے وہ پورا نہیں ہو رہا تھا۔ لہٰذا بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 80 کی دہائی میں دورہ ترجمہ قرآن شروع کیا۔ اس سال رمضان میں الحمدللہ 150 مقامات پر دورہ ترجمہ قرآن ہوا جس میں تراویح کے وقفہ کے دوران قرآن کا ترجمہ مع تشریح بیان کیا جاتا ہے اور کچھ مقامات پر خلاصہ مضامین قرآن ہوا جس میں قرآن مجید کے چند مخصوص مقامات کا مطالعہ کرا دیا جاتا ہے۔ حقیقت میں رمضان کا مہینہ سجاہی قرآن مجید کے لیے ہے۔ روزوں کی فرضیت کا ایک بڑا مقصد اللہ نے قرآن میں یہی بیان فرمایا ہے کہ ہم اس عظیم نعمت کے ملنے پر اللہ کا شکر ادا کر سکیں۔ رات کا قیام قرآن کے ساتھ ہو تاکہ ہم قرآن کے پیغام کو سمجھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔ نماز تراویح کا اصل مقصد تو یہی ہے۔ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحبؒ نے دورہ ترجمہ قرآن کا آغاز تنہا کیا تھا۔ آج الحمد اللہ ہزاروں لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ طلبہ، تاجر حضرات، خواتین، ہر شعبہ اور ہر طبقہ کے لوگ استفادہ کرتے ہیں، قرآن کا پیغام ان تک پہنچتا ہے اور ان کی زندگیوں میں بدلاؤ آتا ہے۔ رمضان کے بعد کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا ایک کتابچہ ”دو روزے“ کے عنوان سے ہے جس میں انہوں نے خوبصورت انداز میں یہ بات سمجھائی ہے کہ ایک رمضان کا روزہ ہے اور ایک پوری زندگی کا روزہ ہے۔ رمضان کے روزہ میں ہم نے ایک ماہ یعنی رمضان المبارک کے دوران اللہ کے حکم سے حلال چیزوں کو بھی چھوڑ دیا۔ یہ تقویٰ حاصل کرنے کی ایک مشق تھی۔ یہ مشق ہمیں پوری زندگی کے روزے میں کام آنی چاہیے اور ہم پوری زندگی اللہ کی نافرمانیوں، حرام چیزوں، گناہوں، سرکشیوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ دوسری بات انہوں نے لکھی کہ رمضان ایک مہمان کی طرح آتا ہے اور چلا جاتا ہے لیکن ہمارے لیے قرآن کا تحفہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ آج اُمت کی زبوں حالی بھی ہمارے سامنے ہے جس کی بنیادی وجہ قران حکیم کو ترک کر دینا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رمضان کے بعد بھی قران کریم کے ساتھ تعلق قائم رکھیے۔ تنظیم اسلامی اور قرآن اکیڈمیز کے زیر اہتمام رجوع الی القرآن کورسز شروع ہو رہے ہیں۔ یہ دس مہینوں کا کورس ہے۔ ہماری ویب سائٹ پر ان کورسز کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اس کے علاوہ تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ہفتہ وار دروس قرآن کے حلقے بھی قائم ہیں۔ ان سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔ ایک آخری بات ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ رمضان میں ایک ماحول تھا نیکی کا، نماز اور تلاوت کا۔ سب کے لیے اس میں حصہ لینا آسان تھا لیکن رمضان کے بعد یہ ماحول ہم نے خود پیدا کرنا ہے۔ اس کے لیے ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ کسی دینی اجتماعیت میں شامل ہو جایئے۔ تنظیم اسلامی بھی ایک اجتماعیت ہے، ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو لاکھوں لوگوں نے سنا اور اب بھی ماشاء اللہ سن رہے ہیں، ان سب لوگوں کے لیے تنظیم اسلامی کا پلیٹ فارم حاضر ہے، اس اجتماعیت سے جڑیں گے تو ان شاء اللہ خیر میں آگے بڑھنا اور شر سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

سوال: 14 اپریل ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی وفات کا دن ہے۔ تنظیم اسلامی اس دن کو ان کی برسی کے طور پر کیوں نہیں مناتی؟

امیر تنظیم اسلامی: ایک ٹرینڈ بن چکا ہے کہ جب کوئی مشہور شخصیت دنیا سے چلی جاتی ہے تو اس کی یاد میں ہر سال برسی منائی جاتی ہے، اگر صوفیاء سے تعلق ہو تو عرس منایا جاتا ہے۔ سچی بات ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ خود بھی ان چیزوں کو پسند نہیں کرتے تھے اور وہ جن بزرگوں کے شاگرد تھے ان کے ہاں بھی ایسا کوئی رواج نہیں تھا اور نہ ہی ان چیزوں کی کوئی شرعی دلیل موجود ہے۔ باقی ایک عقیدت ہوتی ہے تو اس کا اظہار شرعی دائرے کے اندر رہ کر کیا جانا چاہیے۔ ماہ رمضان میں ڈاکٹر صاحبؒ کے شاگردوں کے دروس قرآن لوگوں نے سنے۔ ہر روز کہیں نہ کہیں ڈاکٹر صاحبؒ کا ذکر خیر انہوں نے کسی حوالے سے کیا ہوگا۔ سب سے زیادہ مطلوب یہ ہے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے اس لیے بطور جماعت ہم کچھ دن مخصوص کر کے اس کا اہتمام نہیں کرتے بلکہ سارا سال ان کے لیے دعائیں بھی کرتے ہیں ان کا ذکر خیر بھی کرتے ہیں، ہمارے جرائد ندائے خلافت اور میثاق شائع ہوتے ہیں، ان میں ڈاکٹر صاحبؒ کے مضامین اور ذکر خیر شائع ہوتا رہتا ہے۔ ابھی انڈیا سے ایک صاحب کا مضمون میثاق

میں شائع ہوا ہے، انہوں نے عنوان ہی یہ باندھا تھا: ڈاکٹر اسرار: قرآن حکیم میں رچی بسی شخصیت۔ ڈاکٹر صاحبؒ یہ فرماتے تھے کہ جس کو مجھ سے عقیدت ہے تو آئے میرے ہاتھ پر بیعت کر کے میرے مشن میں شامل ہو جائے۔ سچی بات ہے اگر ہم یہ کام کر رہے ہیں تو پھر ہمیں 14 اپریل منانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام ہمارے لیے ثواب کا باعث ہوگا اور ڈاکٹر صاحبؒ کے لیے ان شاء اللہ صدقہ جاریہ بنے گا۔

سوال: یہودیوں کی سرخ گائے کی قربانی اور اسرائیل پر ایرانی حملے کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں اور مستقبل میں اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

امیر تنظیم اسلامی: ریڈ ہائفرز کے معاملے کو انٹرنیشنل میڈیا پر بھی اور ہمارے ہاں سوشل میڈیا پر بھی بہت اچھالا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، پیشین گوئیاں موجود ہیں وغیرہ۔ اس حوالے سے پہلی بات یہ ہے کہ ان کی کتابوں کے حوالے سے ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ وہ تحریف شدہ ہیں۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ یہودی ظالم ہیں اور ناحق پر ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ظالم اور ناحق پر ہونے کے باوجود اپنی تحریف شدہ کتابوں پر کتنا عمل کر رہے ہیں اور آگے بڑھتے جا رہے ہیں اور ہمارا میڈیا بھی اس کو خوب کوریج دے رہا ہے، جبکہ دوسری طرف ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ قرآن حق ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ہمارے پاس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات موجود ہیں، آپ ﷺ کا اُسوہ موجود ہے، آپ ﷺ کی پیشین گوئیاں موجود ہیں، لیکن ہمارا ان پر کتنا یقین ہے اور عمل ہے؟ انٹرنیشنل میڈیا پر جو کچھ بھی بتایا جا رہا ہے اس پر تو ہمارا یقین ہے، ہم اس کو سچ سمجھ رہے ہیں، مگر اللہ نے جو کچھ فرمایا، اللہ کے پیغمبر ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس پر ہمیں کتنا یقین ہے؟ قرآن میں اللہ کہتا ہے:

﴿وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ؕ﴾ (البقرۃ:۱۲۰)

''اور (اے نبی ﷺ! آپ کسی مغالطے میں نہ رہیے) ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپؐ پیروی نہ کریں ان کی ملت کی۔''

اللہ تعالیٰ قرآن میں ہمیں دوٹوک انداز میں منع کر رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی پیروی مت کرو مگر اس کے باوجود ہمارے حکمران امریکہ اور اسرائیل کے آگے جھکے جا رہے ہیں، غزہ میں مسلمانوں کی نسل کشی کے باوجود بھی مسلم ممالک اسرائیل کو اسلحہ، امداد، فیول سب کچھ دے رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں واضح حکم ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ؕ﴾ (المائدۃ:۵۱) ''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دلی دوست (حمایتی اور پشت پناہ) نہ بناؤ۔''

لیکن آپ دیکھ لیجیے، سارے مسلم ممالک اسرائیل کے مظالم پر خاموش ہیں کہ کہیں ان کے اولیاء ناراض نہ ہو جائیں۔ پاکستان کی صورتحال سب کو معلوم ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سے سرمایہ کاری

اگر ہم اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہیں تو پھر ہمیں 14 اپریل کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی برسی منانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اقامت دین کا کام ہمارے لیے بھی ثواب کا باعث ہوگا اور ڈاکٹر صاحبؒ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنے گا۔ ان شاء اللہ

آ رہی ہے۔ معلوم نہیں یہ سرمایہ کاری ہے یا کچھ اور ہے کہ کہیں پاکستان مظلوم فلسطینیوں کے حق میں آواز نہ اُٹھا دے۔ اس سارے پیراڈائم میں آیات قرآنیہ کو دیکھیے اور احادیث رسول ﷺ کو دیکھیے۔ ایک حدیث میں واضح طور پر آج کے منظر نامے کو ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے کہ عنقریب قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو ایسے دعوت دیں گی جیسے کھانے پر دعوت دی جاتی ہے۔ پوچھا گیا: کیا ہماری تعداد اتنی کم ہوگی؟ فرمایا: تم کثیر تعداد میں ہوگے لیکن تمہارے اندر وہن (دنیا سے محبت اور موت سے نفرت) کی بیماری پیدا ہو جائے گی۔ آج ہمارے حکمران اسی بیماری کا شکار ہیں، کوئی نیوم سٹی بنا رہا ہے، کسی نے اپنے ملک میں انوسٹمنٹ لانی ہے۔ ظاہر ہے اگر دنیا مطلوب ہے تو ترجیحات بدل جائیں گی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کو پس پشت ڈال دیا جائے گا۔ یہی ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہود و نصاریٰ اپنی تحریف شدہ مذہبی کتابوں پر عمل پیرا ہیں اور آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

آپ نے اسرائیل پر ایرانی حملے کا بھی ذکر کیا۔ کچھ عرصہ قبل اسرائیل نے شام میں ایرانی سفارتخانے پر حملہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں ایران نے یہ حملہ کیا ہے اور ایران کہتا ہے کہ یہ حملہ امریکہ کو بتا کر کیا گیا ہے لہٰذا جو کچھ میزائل اور ڈرونز ایران نے استعمال کیے تھے ان میں سے زیادہ تر کو راستے میں ہی اُڑا دیا گیا اور اسرائیل کے دفاع میں مسلم ممالک نے بھی حصہ لیا۔ اردن نے کہا کہ ہم اپنی حدود کراس نہیں ہونے دیں گے، اس نے اپنے جیٹ اُڑا کر ایرانی ڈرونز گرا دیے۔ اس سارے معاملے سے واضح ہو رہا ہے کہ آج اُمت مسلمہ کہاں کھڑی ہے؟ UNO میں ایرانی نمائندے نے کہا کہ ہم نے بس جواب دینا تھا دے دیا اب ہم کچھ نہیں کریں گے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غزہ پر اسرائیلی حملے کو چھ مہینے ہو گئے، 30 ہزار فلسطینی شہید ہو چکے ہیں اس پر تو کسی نے اسرائیل کو جواب نہیں دیا اور نہ ہی اس کے ظلم کے خلاف آواز اُٹھائی، نہ مسجد اقصیٰ کے لیے آواز اُٹھائی۔ کیا ایران فلسطین کے لیے، مسجد اقصیٰ کے لیے، اُمت کے لیے کھڑا ہوا؟ ایسا قطعاً نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی مسلم ملک کھڑا نہیں ہوا۔ ہم نے پورے رمضان میں کوشش کی اور لاکھوں لوگوں تک پیغام پہنچایا کہ اسرائیلی مظالم کا واحد توڑ اسلامی ایٹمی پاکستان ہے۔ کسی دوسرے ملک کے پاس ایسی صلاحیت نہیں ہے۔ قائداعظم نے بھی فرمایا تھا کہ فلسطینیوں پر ظلم ہوگا تو ہم پاکستان سے جواب دیں گے۔ OIC کے چارٹر میں لکھا ہے فلسطینیوں کی اخلاقی، مالی اور عسکری مدد کرنا ہر مسلمان ملک کی ذمہ داری ہے۔ 1940ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی تو اس کے ساتھ ایک دوسری قرارداد فلسطینی مسلمانوں کے حق میں بھی پاس کی گئی تھی۔ لہٰذا یہ پاکستان کی بڑی ذمہ داری ہے کہ فلسطین کے معاملے میں ذمہ دارانہ کردار ادا کرے جیسے 1973ء کی جنگ میں کیا۔ ہم تنظیم اسلامی کی سطح پر جو کر سکتے ہیں کر رہے ہیں، پاکستان کے تمام معروف نیوز پیپرز میں اشتہارات دیے، سوشل میڈیا پر مہم چلائی۔ جمعہ کے خطبات اور عید کے خطبہ میں مسئلہ کو اجاگر کیا۔ صدر پاکستان، وزیراعظم، ISPR، ارکان پارلیمنٹ، مسلم اور غیر مسلم ممالک کے سفارتخانوں کو خطوط لکھے۔ یہ ہمارے اختیار میں تھا ہم نے کیا۔ البتہ یہ امتحان سب کے لیے ہے، اہل غزہ تو اس امتحان میں کامیاب ہو رہے ہیں لیکن باقی امت کو بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہو رہے ہیں یا ناکام؟

سوال: اسرائیل میں ہر شہری کے لیے مخصوص وقت تک عسکری تربیت حاصل کرنا اور فوج میں حصہ لینا لازم ہے۔ جبکہ دوسری طرف مسلمان صرف معذرتیں پیش کر رہے ہیں حالانکہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں گھڑسواری اور تیر اندازی سیکھنے کی باقاعدہ ہدایت کی ہے۔ کچھ گروپس تیر اندازی اور فائرنگ وغیرہ سکھا بھی رہے ہیں۔ اکثریت جہاد کی تربیت حاصل کیوں نہیں کرتی اور مفتی حضرات جہاد کے فرض ہونے کا فتویٰ جاری کیوں نہیں کرتے تاکہ

حکومت اور فوج پر پریشر بڑھے اور ہم لوگ فلسطین جا کر اپنا کردار ادا کر سکیں؟ (محمد ابراہیم)

امیر تنظیم اسلامی: رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازی اور گھڑ سواری کی تعلیم دی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مدارس میں اس کا اہتمام بھی ہے لیکن موجودہ دور کے لحاظ سے یہ کافی نہیں ہے۔ اس تقاضے کو ہم نے غزہ پر اسرائیلی حملے کے فوراً بعد ہی اُجاگر کرنا شروع کیا تھا اور جن 14 نکات کی ہم نے سفارش کی تھی ان میں یہ بھی شامل تھا کہ ریاستی سطح پر شہریوں کو عسکری تربیت دی جائے جیسے اسرائیل میں ہر شہری کو عسکری تربیت کے مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ البتہ عوامی سطح پر عسکری تربیت خود کو مسائل میں ڈالنے کے مترادف ہوگی کیونکہ یہاں دہشت گردی کے خطرات بھی ہیں اور اگر لائسنس کے بغیر کوئی گروہ عسکری تربیت دیتا ہے تو وہ اداروں کی نظر میں مجرم تصور ہوگا۔ بہتر ہے کہ ریاست کی سطح پر عوام کے لیے یہ اہتمام ہونا چاہیے۔ جہاں تک جہاد کے فرض ہونے کا تعلق ہے تو اس حوالے سے فتویٰ آچکا ہے۔ غالباً 6 نومبر 2022ء کو اسلام آباد میں کانفرنس ہوئی تھی جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء موجود تھے وہاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے فرمایا تھا کہ قتال فرض ہو چکا ہے البتہ اس میں تفصیل ہوتی ہے کہ جو جتنے قریب ہے اس پر فرضیت پہلے لاگو ہوتی ہے۔ یعنی جو غزہ کے پڑوس میں مسلمان ہیں ان پر فرضیت پہلے ہوگی، اگر وہ ناکام ہوتے ہیں تو پھر فرضیت کا یہ دائرہ پھیلتا جائے گا اور جس کے پاس جتنا اختیار اور استطاعت ہے وہ اسی قدر مکلف ہوگا۔ حدیث کے مطابق منکر کو ہاتھ سے روکیں، ہاتھ سے نہیں روک سکتے تو زبان سے روکیں، اور زبان سے بھی نہیں روک سکتے تو دل میں برا جانیں۔ اس تناظر میں ہم تحریر و تقریر کے ذریعے اپنا فرض ادا کر سکتے ہیں، مظاہروں کے ذریعے اپنی حکومت پر پریشر بڑھا سکتے ہیں، حکومت کے پاس طاقت اور اختیار ہے، وہ زیادہ مکلف ہے۔ وہ آگے بڑھ کر عملی قدم بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ اس کا مطالبہ ہمیں ان سے کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ جو مالی مدد کر سکتا ہے وہ مالی مدد بھی کرے۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو دنیا سے گزرے 14 برس ہو چکے ہیں اور انہوں نے جس نظریے کی بنیاد پر جماعت قائم کی تھی کہ طاقت جمع کرو پھر اس کے بعد اس نظام کے خلاف جہاد کا اعلان کرو تو کیا 14 سالوں میں اتنی طاقت جمع نہیں ہوئی جو اس نظام کے خلاف بغاوت کا اعلان کر سکے یا یہ جماعت اپنے مقصد کو بھول چکی ہے؟ (عمر شعیب)

امیر تنظیم اسلامی: 2008ء میں ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے پورے فکر کا خلاصہ ایک اجتماع میں پیش کیا تھا۔ اس میں انہوں نے 6 نکات پیش کیے تھے اور فرمایا تھا کہ میری خواہش ہے کہ تنظیم ان 6 نکات کو مدنظر رکھ کر آگے بڑھے۔ اس سے قبل 2002ء میں ڈاکٹر صاحبؒ نے مشاورت سے حافظ عاکف سعید صاحب کو امیر تنظیم مقرر کر دیا تھا۔ 2010ء میں ڈاکٹر صاحبؒ کا انتقال ہوا تو اس وقت تک وہ مطمئن تھے کہ تنظیم درست سمت میں آگے بڑھ رہی ہے۔ 2020ء میں جب امارت کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی تو سابق امیر تنظیم حافظ عاکف سعید صاحب نے بھی وہی 6 نکات دہرائے کہ تنظیم کو ان کی روشنی میں آگے بڑھتے رہنا چاہیے اور میں نے بھی اسی فکر اور اسی منہج پر جماعت کو آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ ان 6 نکات میں ویلیو ایڈیشن ہو سکتی ہے، کاموں کی نوعیت میں اضافہ ہو سکتا ہے، افراد کی تعداد بڑھائی یا گھٹائی جا سکتی ہے لیکن بنیادی فکر، سوچ، منہج اور طریق کار جو ڈاکٹر صاحبؒ نے طے کیا تھا الحمدللہ ابھی تک تنظیم اسی پر قائم ہے۔ یعنی تنظیم اپنے مقصد کو بھولی نہیں ہے بلکہ تنظیم نے ڈاکٹر صاحبؒ کے مشن کو آگے بڑھایا ہے الحمدللہ۔ 2010ء میں جب ڈاکٹر صاحبؒ دنیا سے تشریف لے گئے تھے تو اس وقت پورے پاکستان میں 45 کے لگ بھگ دورہ ترجمہ قرآن ہو رہے تھے۔ آج الحمدللہ 150 مقامات پر ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے دور میں رفقاء کی جتنی تعداد تھی آج اس سے کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ اس وقت مقامی تنظیم کی تعداد 35 کے لگ بھگ تھی، آج الحمدللہ 150 کے قریب ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جیسی ڈاکٹر صاحبؒ کو اللہ پاک نے صلاحتیں عطا فرمائی تھیں وہ بعد والوں میں نہیں ہیں لیکن الحمدللہ ان کا مشن آگے بڑھ رہا ہے۔ جہاں تک سوال ہے 14 سال میں مطلوبہ تعداد کے جمع ہونے کا تو ڈاکٹر صاحبؒ خود 1975ء سے 2002ء تک 27 سال امیر تنظیم اسلامی رہے ہیں، لہٰذا اس طرح اگر تجزیہ کریں گے تو خود سوال اُٹھانے والا مشکل میں پھنس جائے گا۔ اسی طرح ایک بڑی حساس مثال ہے۔ نبی اکرم ﷺ 13 سال مکہ میں دعوت دیتے رہے اور کل 125 افراد اسلام لائے جبکہ آپ کے ایک صحابی مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ایک سال میں 75 افراد کو مدینہ سے لے کر آگئے۔ لہٰذا یہ سوال نہیں ہے۔ البتہ ہم یہ کہیں کہ ہم میں کمزوریاں، کوتاہیاں ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دور کرے اور ایسی متعدبہ یا مناسب تعداد جو اپنے وجود پر دین کو حتی الامکان نافذ کیے ہوئے ہو اور سمع و طاعت کی پابند ہو، امیر کی پکار پر لبیک کہنے والی ہو اللہ تعالیٰ میسر فرمائے۔ اگر حکومتی اہلکار ہمارے سامنے کبھی کھڑے ہوں تو ان کو بھی 100 مرتبہ سوچنا پڑے کہ جیلوں میں کتنوں کو ڈالیں گے، اتنی تعداد تو ہو تو پھر شاید ہم کوئی اقدام کی طرف جانے کی بات کر سکیں گے ان شاء اللہ۔ سچی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحبؒ کے انتقال کے بعد دنیا جتنا ان کو سن رہی ہے ان کی زندگی میں لوگوں نے ان کو اتنا نہیں سنا۔ اس میں ان کے قائم کیے ہوئے اداروں کا بہت بڑا کردار ہے جو دنیا تک ڈاکٹر صاحبؒ کی آواز پہنچا رہے ہیں۔ پھر جہاں ڈاکٹر صاحبؒ کو سنا جا رہا ہے وہاں ہم عملی طور پر بھی پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کے مشن سے دلچسپی رکھنے والے اجتماعیت میں شامل ہو کر اپنا کردار ادا کر سکیں۔

> **ایران نے اپنے سفارتخانے پر اسرائیلی حملے کا جواب تو دے دیا مگر غزہ پر اسرائیلی حملے کو چھ مہینے ہو گئے، 30 ہزار فلسطینی شہید ہو چکے ہیں اس پر ایران سمیت کسی مسلم ملک نے اسرائیل کو جواب کیوں نہیں دیا؟**

سوال: معروف مذہبی شخصیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب جو کہ پاکستان کے الیکشن اور سارے اداروں سے کافی مایوس ہو چکے ہیں اپنے انٹرویوز میں کہہ چکے ہیں کہ پارلیمانی نظام کا کوئی فائدہ نہیں اور میں اب اسی راستے کو اختیار کروں گا جو شیخ الہندؒ کا راستہ تھا۔ میرے نزدیک تنظیم اسلامی ہی وہ جماعت ہے جو شیخ الہندؒ کے راستے پر گامزن ہے۔ کیا یہ بہترین موقع نہیں ہے کہ تمام مذہبی جماعتوں کو منایا جائے کہ وہ منہج انقلاب نبوی کے مطابق اقامت دین کی جدوجہد کے لیے اکٹھے ہو جائیں؟ اگر آپ نے اس حوالے سے کچھ اقدامات کیے ہوں تو آگاہ کیجیے گا۔ میرے نزدیک یہ بہترین موقع ہے کہ تنظیم اسلامی سامنے آ کر تمام مذہبی جماعتوں کو ایک شورائی نظام کے تحت ایک پلیٹ فارم پر جمع کرے تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کرم سے پاکستان حقیقی معنوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان بن جائے۔ (محمد شمس، چارسدہ)

امیر تنظیم اسلامی: بالکل مولانا فضل الرحمان صاحب نے یہ کہا ہے کہ پارلیمان نہیں اب میدان میں بات ہوگی اور تحریک کے راستے سے بات ہوگی۔ پھر انہوں نے غالباً سلیم صافی کو انٹرویو دیتے ہوئے جماعت شیخ الہندؒ کا حوالہ دیا ہے۔ تنظیم اسلامی پہلے سے اسی راستے

پر ہے اور ڈاکٹر صاحبؒ کے زمانے سے انجمن خدام القرآن کے تحت ”جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی“ کے عنوان سے ہماری ایک کتاب شائع ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے زمانے سے ہی تنظیم اسلامی کی یہ بھی کوشش رہی ہے کہ دینی سیاسی جماعتیں انتخابی سیاست کا راستہ ترک کر کے منہج انقلاب نبوی کے راستے پر آجائیں اور سب مل کر نفاذ شریعت کے لیے ایک بھرپور تحریک چلائیں۔ خصوصاً جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام دو بڑی دینی سیاسی جماعتیں ہیں جن کے پاس سٹریٹ پاور بھی ہے اور طلبہ اور مدارس بھی ہیں اور ان کے دھرنوں میں لاکھوں لوگ آجاتے ہیں۔ ہمیں سولو فلائیٹ کا کوئی شوق نہیں ہے، ہمیں نفاذ شریعت سے غرض ہے۔ البتہ انتخابی راستے پر چل کر انہوں نے بھی دیکھ لیا ہے۔ مولانا فضل الرحمان صاحب کے علاوہ سابق امیر جماعت اسلامی سید منور حسن صاحب کے کم سے کم تین بیانات موجود ہیں۔ انہوں نے بھی اعتراف کیا تھا کہ 60 سال کی تحریکی زندگی کے بعد میں بھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ انتخابی سیاست کے ذریعے اسلام ہرگز نہیں آنے والا۔ پھر ایک مرتبہ تحریک اسلامی کے سیمینار میں مجھ سے انہوں نے فرمایا کہ ہمارا خیال ہے کہ ڈاکٹر اسرار صاحبؒ کی تجویز پر ہمیں غور کر لینا چاہیے۔ ایسی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔ پاکستان کے مختلف علاقوں کے دورہ کے دوران علماء سے بات ہوتی ہے اور اکثر علماء کا یہی موقف ہوتا ہے کہ ہمارا تعلق فلاں سیاسی جماعت سے ہے لیکن ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس انتخابی سیاست کے دلدل سے نکلنا پڑے گا۔ اگر دو بڑی لیڈنگ دینی سیاسی جماعتیں بھی 75 سالہ تجربات کے بعد اسی نتیجے پر پہنچی ہیں جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا موقف تھا تو اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر صاحبؒ کی بات میں وزن ہے اور تمام دینی جماعتوں کو اس پر غور کرنا چاہیے۔ ہم تو تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے تمام دینی جماعتوں کو یہی دعوت دیتے آئے ہیں۔ ملی یکجہتی کونسل جو قاضی حسین احمد مرحوم کے دور میں قائم کی گئی تھی اس کے پلیٹ فارم سے بھی سابق امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے متعدد مرتبہ یہ پیغام پہنچایا کہ ہم سب ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم پر آگئے ہیں جو کہ سیاسی نہیں بلکہ ملی پلیٹ فارم ہے لہٰذا ہمیں ملت کے لیے کچھ کام کرنا چاہیے۔ اس دعوت کے نتیجہ میں تنظیم اسلامی کو لاہور میں ملی یکجہتی کونسل کے اجلاس کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا اور وہاں بھی سابق امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے پورا مدعا بیان کیا کہ آئیں ہم سب مل کر نفاذ شریعت کے لیے ایک تحریک چلائیں۔ جس پر ان حضرات کی طرف سے بات آئی کہ ہمیں اس کو consider کرنا چاہیے۔ حالیہ رمضان المبارک میں بھی ہم نے مولانا فضل الرحمان صاحب اور امیر جماعت اسلامی کو خطوط لکھے ہیں کہ عید کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے ملاقات ہو۔ اگر یہ ملاقات ہوگی تو ہم ان کے سامنے ایک بار پھر اپنا مدعا بیان کریں گے۔ اگر ملاقات نہ ہو پائی تو پھر بھی ہم کسی ذریعہ سے پیغام پہنچانے کی ضرور کوشش کریں گے کہ تمام دینی جماعتیں مل کر نفاذ شریعت کے لیے تحریک چلائیں۔ کم از کم مشترکات پر تو ہم اکٹھے ہو سکتے ہیں، خاص طور پر سود، بے حیائی اور دیگر منکرات کے خلاف ہم ایک ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ سب کے نزدیک منکرات ہیں۔ انسداد سود کیس 2002ء سے لے کر 2022ء تک جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی نے مل کر لڑا ہے۔ اسی طرح قادیانی معاملے پر سپریم کورٹ کی طرف سے سفارشات طلب کی گئیں تو ہم نے بھی جواب تیار کیا اور مفتی تقی عثمانی صاحب اور مفتی منیب الرحمان صاحب کی طرف سے بھی کم و بیش وہی جواب دیا گیا۔ ہم نے اپنا جواب ایک طرف رکھ دیا اور ان کے جواب پر دستخط کر کے جمع کروا دیا۔ اسی طرح ہم مشترکات پر آ سکتے ہیں۔ ایک بڑا مشترکہ معاملہ تحریک کا راستہ بھی ہو سکتا ہے۔ بڑی دینی سیاسی جماعتیں بھی تجربات کر کے اسی نتیجہ پر پہنچ رہی ہیں جس نتیجہ پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ پہلے سے تھے تو کیوں نہ ہم سب تحریک کے راستے پر آجائیں۔ سود، بے حیائی اور دیگر منکرات کا خاتمہ سب کا ہدف ہے تو ہم منکرات کے خلاف تحریک چلائیں تو یہ نفاذ شریعت کے لیے تحریک کا ایک اچھا آغاز بن سکتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب کوئی مشترکہ پلیٹ فارم آجائے تو پھر ایک امیر ہونا چاہیے، گفت و شنید کی جائے، اتفاق کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں سے اللہ تعالیٰ کوئی خیر برآمد فرما دے گا۔

پریس ریلیز 26 اپریل 2024ء

سود، اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جنگ ہے اس کو ختم کیے بغیر ملکی معیشت بہتر نہیں ہو سکتی

شجاع الدین شیخ

سود، اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جنگ ہے۔ اس کو ختم کیے بغیر ملکی معیشت بہتر نہیں ہو سکتی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ دو برس قبل وفاقی شرعی عدالت نے اپنے معرکۃ الآرا فیصلہ میں دوٹوک الفاظ میں بنک انٹرسٹ سمیت ہر قسم کے سود کو ربا یعنی حرام قرار دیتے ہوئے حکومت کو ہدایت جاری کی تھی کہ ربا سے متعلق تمام ملکی قوانین کو ختم کر کے 31 دسمبر 2022ء تک ربا سے پاک معاشی نظام کی تشکیل کے لیے پارلیمان تمام ضروری قانون سازی مکمل کر لے۔ پھر یہ کہ 31 دسمبر 2027ء تک ملکی معیشت کو مکمل طور پر اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال دیا جائے۔ لیکن انتہائی افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ گزشتہ دو برس کے دوران حکومت اور ملکی معیشت سے متعلق اداروں نے لیت و لعل سے کام لیتے ہوئے فیصلہ پر عمل درآمد کی طرف عملی طور پر ایک قدم بھی نہیں بڑھایا۔ امیر تنظیم نے اراکین قومی اسمبلی سید مصطفیٰ کمال اور علی محمد خان کو اپنی تقاریر میں اس معاملے کو زور دار انداز میں اُٹھانے پر خراج تحسین پیش کیا اور ملکی معیشت سے ربا کے فی الفور مکمل خاتمہ کے مطالبہ کی پرزور تائید کی۔ امیر تنظیم نے وفاقی وزیر خزانہ کے اس بیان پر کہ ملک میں بینکنگ کا نظام بتدریج اسلامی طرز پر لایا جا رہا ہے حیرت اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب موصوف خود آئی ایم ایف سے سودی قرضہ حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں تو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ ختم کرنے کا دعویٰ کیا معنی رکھتا ہے۔ اُنہوں نے عدالتِ عظمیٰ سے مطالبہ کیا کہ وفاقی شرعی عدالت کے سود سے متعلق فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں دائر ڈیڑھ درجن کے قریب اپیلوں کی فوری سماعت کے لیے بینچ تشکیل دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مملکتِ خداداد کی معیشت کی زبوں حالی کی اصل وجہ ربا ہے اور سودی نظام نے ملکی معیشت کو مکمل طور پر مفلوج اور معذور کر کے رکھ دیا ہے۔ آج پاکستان اقوام عالم اور عالمی مالیاتی اداروں کے سامنے کشکول لیے دست بستہ کھڑا ہے۔ اس مجبوری اور کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر عالمی قوتیں ملکی مفاد کے خلاف اپنے مطالبات بزور بازو تسلیم کرواتی ہیں جس سے ہماری قومی سلامتی اور نظریاتی اساس داؤ پر لگ چکی ہے۔ اُنہوں نے زور دے کر کہا کہ تمام افراد، ادارے اور ریاست ربا کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو من و عن تسلیم کریں اور فوری طور پر پاکستان میں سودی نظام کے مکمل خاتمہ کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں۔ اگر اللہ اور رسول ﷺ سے جاری اس جنگ کو ختم نہ کیا گیا اور اس بدترین جرم کا ارتکاب جاری رہا تو دنیا اور آخرت دونوں میں بدترین خسارہ ہوگا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

مسجد اقصیٰ کی حرمت تمام مسلمانوں کے لیے یکساں طور پر اہمیت کی حامل ہے، یہ بہترین موقع ہے کہ تمام مسلم ممالک ون پوائنٹ ایجنڈے پر اکٹھے ہوجائیں کہ ہم نے مسجد اقصیٰ کی حفاظت کرنی ہے: رضاء الحق

ایرانی حملے سے نیتن یاہو کو یہ کہنے کا موقع مل سکتا ہے کہ اسرائیل ظالم نہیں بلکہ مظلوم ہے: ڈاکٹر حسن صدیق

امریکہ اور یورپ کی اسرائیل کی بے جا حمایت اور سپورٹ سے عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے: بریگیڈئر (ر) جاوید احمد

اسرائیل پر ایرانی حملہ: توقعات وخدشات کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: اسرائیل پر ایرانی حملے کے بعد ایران کا دعویٰ ہے کہ اس کا حملہ کامیاب تھا اور 50 فیصد اہداف اس نے پورے کیے ہیں جبکہ اسرائیل کا دعویٰ ہے اس نے 99 فیصد ایرانی ڈرونز اور میزائل مار گرائے اور ایرانی حملے کو ناکام بنا دیا۔ آپ بتائیں کہ ان دونوں میں سے کس کا دعویٰ درست ہے؟

بریگیڈئر جاوید احمد: اگر ملٹری پوائنٹ آف ویو سے دیکھیں تو اسرائیل اس حملے سے بالکل بوکھلا اور سٹپٹا گیا ہے۔ سٹیٹ ٹو سٹیٹ حملہ اور دشمن کے گھر تک پہنچ جانا ہی بڑی کامیابی ہے۔ ایران نے جو ڈرونز اور میزائل فائر کیے ان کو گرانے کا دعویٰ امریکہ بھی کر رہا ہے، فرانس بھی کر رہا ہے، اردن بھی کر رہا ہے، یعنی اتنے ممالک نے مل کر اس حملے کا مقابلہ کیا اور اس کے باوجود بھی میزائل اسرائیل میں جا گرے تو یہ ایران کی کامیابی ہے۔ اسرائیل اگر کہتا ہے کہ اس کا نقصان نہیں ہوا تو یہ بھی اس کے لیے خوشی کی خبر نہیں ہے کیونکہ ایرانی میزائل ہدف تک پہنچے ہیں اور اگلی مرتبہ اس کا نقصان بھی کر سکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کتنے سال ہو گئے اسرائیل پر کسی نے حملے کی کوشش نہیں، 1967ء کی جنگ میں اسرائیل فاتح تھا، 1972ء کے بعد تو کسی ملک نے اس پر حملہ کی جرأت ہی نہیں کی۔ ایران نے یہ جرأت کی ہے لہٰذا اس کو کریڈٹ دینا پڑے گا۔

سوال: پاکستان کے بعض دینی وسیاسی حلقوں میں اور سوشل میڈیا پر اسرائیل پر ایرانی حملے کو شک کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اور یہ افواہیں گردش کر رہی ہیں کہ یہ حملہ ملی بھگت یا نورا کشتی تھی، آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر حسن صدیق: بدقسمتی سے ہمارے سیاسی، سماجی اور دینی حلقوں کی جانب سے جو موقف سامنے آرہا ہے وہ افسوسناک حد تک مبالغہ آمیز ہے۔ ماضی میں ایران کا جو بھی کردار رہا ہے، چاہے وہ پاکستان میں دہشت گردی کے حوالے سے ہو یا فرقہ واریت کے حوالے سے ہو اس پر آپ انگلی اُٹھا سکتے ہیں لیکن حالیہ صورتحال میں ایران کو کریڈٹ دینا پڑے گا۔ کیونکہ تیس 35 سال میں

مرتب: محمد رفیق چودھری

واحد ملک ہے جس نے اسرائیل پر حملہ کیا ہے جس سے اسرائیل کے تمام تر دفاعی دعوے خاک میں مل گئے ہیں۔ ایسے میں ایرانی حملے کو ڈرامہ قرار دینا افسوسناک ہے۔ اسرائیل نے جب شام میں ایرانی سفارتخانے پر حملہ کر کے ایرانی پاسداران انقلاب کے سینئر عہدیداروں کو قتل کیا تھا تو اس وقت مسلم ممالک کا واضح موقف آنا چاہیے تھا کیونکہ سفارتخانے پر حملہ اس ملک پر حملہ کے مترادف ہوتا ہے۔ روس اور چین نے اس پر بہت اچھا موقف دیا لیکن مسلم ممالک کی طرف سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ ایرانی حملے سے حاصل کیا ہوا؟ دیکھئے سب سے پہلے تو اسرائیل کا ایئر ڈیفنس سسٹم ایکسپوز ہو گیا۔ دوبارہ جو بھی حملہ کرے گا تو اس کے لیے ٹارگٹس کو حاصل کرنا آسان ہو گا۔ علاوہ ازیں سیمسنگ کمپنی نے اسرائیل میں اپنی انوسٹمنٹ ختم کر دی اور اپنے مینوفیکچرنگ یونٹس بند کر دیے ہیں۔ یعنی اسرائیل کی اکانومی کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ جو لوگ ایرانی حملے کو ڈراما کہہ رہے ہیں وہ یہ بھی تو دیکھیں کہ اسرائیلی حملے میں ایران کے سینئر جرنیل جاں بحق ہوئے تھے۔ کوئی ملک اپنا نقصان کیوں کرے گا؟ ایرانی حملے سے ایک بات یہ بھی ظاہر ہو گئی کہ اگر مسلمانوں کی اسرائیل کے ساتھ جنگ ہوتی ہے تو چین اور روس مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔ اسرائیل کا دھوکہ اور فریب بھی کھل کر دنیا کے سامنے آ گیا ہے۔ اسرائیلی صدر کہہ رہا ہے کہ ہم پُرامن مقصد کے لیے لڑ رہے ہیں جبکہ ان کے اس فریب کے بارے میں قرآن نے چودہ سو سال پہلے ہی بتا دیا تھا:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ مت فساد کرو زمین میں، وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔''

سوال: اسرائیل پر ایرانی حملے کی حماس اور افغان طالبان نے حمایت کی ہے۔ دوسری طرف اردن نے کھل کر اسرائیل کا دفاع کیا ہے۔ آپ یہ فرمایئے کہ مسلم ممالک اسرائیل کے خلاف ایک پیج پر کیوں نہیں آرہے؟

رضاء الحق: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ﴾ ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔'' (الملک:2)

جس طرح اس وقت غزہ کے مسلمانوں کے لیے سخت امتحان ہے، 8 اکتوبر سے لے کر اب تک ان کو مسلسل شہید کیا جا رہا ہے، وہاں پر قحط کی صورتحال الگ سے پیدا ہو چکی ہے، زخمیوں اور مریضوں کے لیے ادویات تک میسر نہیں ہیں۔ اس کے باوجود وہ مسجد اقصیٰ کی حرمت کے لیے کھڑے ہیں۔ یہ باقی اُمت مسلمہ کے لیے بھی امتحان ہے

اور باقی امت کا حال یہ ہے کہ اردن، مصر اور متحدہ عرب امارات مکمل کر اسرائیل کا ساتھ دے رہے ہیں، سعودی عرب سمیت باقی تمام مسلم ممالک بھی خاموش ہیں۔ جہاں تک ایران کی بات ہے تو جس طرح باقی نیشن سٹیٹس ہیں اسی طرح وہ بھی کلاسک نیشن سٹیٹ ہے۔ یہ ضرور ہے کہ مسلک کا تڑکا لگا ہوا ہے لیکن بنیادی طور پر اس کے بھی اپنے قومی مفادات ہیں اور اپنے قومی مفادات کے لیے جس حد تک وہ جا سکتا ہے جائے گا۔ غزہ پر اسرائیلی بمباری تو 8 اکتوبر سے جاری ہے لیکن ایران نے اس وقت تک اسرائیل کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جب تک اس کے قومی مفاد کو زک نہیں پہنچی۔ اسی طرح آرمینیا اور آذر بائیجان کے درمیان جب جنگ ہوئی تو باوجود اس کے کہ آذر بائیجان ایران کا ہم مسلک ملک تھا لیکن ایران نے آرمینیا کا ساتھ دیا تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ اسرائیل آذر بائیجان کو سپورٹ کر رہا تھا۔ یہ بات قابل افسوس ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کی دنیا میں انٹرنیشنل لیول پر جو سٹریٹجک معاملات ہیں ان کے اپنے تقاضے ہیں۔ عرب ممالک کا معاملہ یہ ہے کہ وہ 7 اکتوبر سے پہلے اسرائیل کے انتہائی قریب ہو چکے تھے۔ تین امریکی صدور (کلنٹن، اوباما، جو بائیڈن) نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ اگر غزہ کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے تو عرب حکمران دوبارہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات بڑھانے کے لیے تیار ہیں۔ ترکی ایک طرف غزہ کے حق میں بیان دیتا ہے اور دوسری طرف اسرائیلی جہازوں کو فیول بھی فراہم کر رہا ہے۔ پاکستان بہرحال ایک نظریاتی ملک ہے اور اللہ نے ایٹمی صلاحیت بھی دی ہے، اگر اچھی قیادت آ جائے تو امت مسلمہ کو لیڈ کر سکتا ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان نے البتہ واضح طور پر حماس کی حمایت کی ہے اور اگر افغانوں کو موقع ملے تو وہ ضرور غزہ والوں کی مدد کریں گے اور جہاد میں حصہ بھی لیں گے۔ لیکن ابھی ان کی اتنی پوزیشن نہیں ہے۔ اُمت مسلمہ ایک پیج پر اس وقت آ سکتی ہے جب سب کا قبلہ ایک ہو اور سب کے مدنظر ایک واضح مقصد ہو کہ ہم نے امت کے اجتماعی مفاد کے لیے کام کرنا ہے اور اس سے بڑھ کر اللہ کے دین کے قیام کے حوالے سے جو ہماری ذمہ داری ہے اس کو پورا کرنا ہے۔ لیکن جیسے سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ پرویز مشرف نے لگایا تھا اسی طرح کے نعرے ہر مسلم ملک سے لگ رہے ہیں۔ مسجد اقصیٰ کی حرمت سب کے لیے یکساں ہے۔ یہ بہترین موقع تھا کہ سب مسلم ممالک ون پوائنٹ ایجنڈے پر متحد ہو جاتے کہ ہم سب نے مل کر مسجد اقصیٰ کی حرمت کا ہر صورت میں دفاع کرنا ہے۔

سوال: 7 اکتوبر سے لے کر اب تک مغربی طاقتیں اسرائیل کو اسلحہ، بارود، مالی اور عسکری، سفارتی لحاظ سے ہر قسم کا تعاون فراہم کر رہی ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں مغربی طاقتوں کی طرف سے اسرائیل کی بے جا طرفداری عالمی امن کے لیے انتہائی نقصان دہ عمل نہیں ہے؟

بریگیڈئر جاوید احمد: عالم کفر میں بھی اس وقت فلسطین کے حوالے سے دو گروہ ہیں۔ سارا عالم کفر وہ اسرائیل کا حامی نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ عالمی عدالت انصاف میں 52 ممالک اسرائیل کے خلاف گئے۔ ان میں زیادہ تر غیر مسلم ممالک ہیں۔ اسرائیل کے ساتھ وہی

> صہیونیوں کی کوشش ہے کہ تیسری عالمی جنگ ہو اور اس کے نتیجہ میں پوری دنیا کی بادشاہت ان کے ہاتھ میں آ جائے۔

ممالک ہیں جنہوں نے یہودیوں کو یہاں لا کر فلسطینیوں کی سرزمین پر بسایا اور فلسطینیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک طرف غزہ ہے، دوسری طرف مغربی کنارہ ہے اور درمیان میں آپ نے یہودیوں کو بسا دیا۔ ان کو لانے والوں کی بدنیتی شروع سے ہی عیاں تھی ورنہ دو ریاستی فارمولا تب کامیاب ہوتا جب آپ یہودیوں کو ایک طرف بساتے۔ تاریخ کا یہ سبق ہے کہ جب اس طرح کی اندھیر نگریاں ہوتی ہیں تو پھر عالمی امن کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم بھی اسی وجہ سے شروع ہوئی تھی کہ انہوں نے دوسروں کو دبانے کے لیے فیصلے کیے تھے، دوسری جنگ عظیم بھی اسی طرح شروع ہوئی تھی۔ اب بھی امریکہ، برطانیہ، فرانس اور جرمنی جیسے ممالک جو اسرائیل کو بے جا سپورٹ کر رہے ہیں اسی طرح کی غلطیاں کر رہے ہیں۔

سوال: غزہ پر ساڑھے چھ ماہ سے اسرائیلی جارحیت جاری ہے، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حالیہ اسرائیل ایران کشیدگی کی وجہ سے فلسطین کاز کو کتنا نقصان پہنچے گا اور اگر خدانخواستہ یہ کشیدگی بڑھتی ہے تو اس کے فلسطین پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

ڈاکٹر حسن صدیق: اسرائیل کا جو ٹارگٹ تھا کہ وہ حماس کو ختم کر دے گا وہ پورا نہیں ہو سکا جس کا بدلہ وہ غزہ کے بچوں اور عورتوں کو شہید کر کے لے رہا ہے۔ یہ اصل میں اسرائیل کی شکست ہے۔ اس نے حماس کے سربراہ کے بچوں کو شہید کر دیا لیکن حماس کے کسی بڑے لیڈر کو شہید نہیں کر سکا۔ اس کا پلان تھا کہ حماس کا نیٹ ورک توڑ کر اور فلسطینیوں کو مصر کی طرف دھکیل کر غزہ پر مکمل قبضہ کر لے گا لیکن ابھی تک اس میں وہ ناکام ہے۔ اب نیتن یاہو کی سیاسی ساکھ بھی خطرے میں ہے اور اس کو بچانے کے لیے وہ پورے خطے کو جنگ میں جھونکنا چاہتا ہے۔ ایرانی حملے سے نیتن یاہو کو یہ کہنے کا موقع مل سکتا ہے کہ اسرائیل ظالم نہیں بلکہ مظلوم ہے۔ دوسرا ایرانی حملے کے بعد اسرائیل کو مزید امداد اور اسلحہ بارود مل جائے گا۔ اس کی جو امداد رکی ہوئی تھی وہ بھی دینے کا امریکہ نے اب اعلان کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسرائیل نے اپنے ایئر ڈیفنس کو بھی مزید مستحکم کرنے کے لیے موقع حاصل کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ میں الیکشن ہونے والے ہیں، انہوں نے عوام کا سامنا بھی کرنا ہے۔ اس کے علاوہ صہیونیت ایک عالمی جنگ بھی چاہتی ہے۔ پہلی عالمی جنگ انہوں نے اس لیے کروائی تھی تاکہ خلافت عثمانیہ کو توڑ کر اسرائیل کا راستہ نکالا جائے۔ دوسری جنگ عظیم انہوں نے اس لیے کروائی تاکہ اسرائیل کو باقاعدہ قائم کیا جائے۔ اب ان کی کوشش ہے کہ تیسری عالمی جنگ ہو اور اس کے نتیجہ میں پوری دنیا کی بادشاہت ان کے ہاتھ میں آ جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے جنگی کیبنٹ بھی بنائی ہوئی ہے جس کے ممبران میں سے دو جرنیل ہیں۔ جب اس کیبنٹ کی پہلی میٹنگ ہوئی تو انہوں نے مشورہ دیا اب فوری طور پر ایران پر حملہ کریں۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح کھینچ کر امریکہ اور یورپ کو جنگ میں لے آئیں تاکہ تیسری عالمی جنگ کا آغاز ہو جائے اور اس کے نتیجہ میں گریٹر اسرائیل کا خواب پورا ہو جائے۔ تاہم یورپ اور امریکہ عالمی جنگ سے کترا رہے ہیں، یہی وجہ ہے یوکرائن پر روس کے حملے کے باوجود امریکہ اور یورپ نے محتاط ردعمل دیا۔

سوال: اسرائیل پر میزائل اور ڈرون حملہ کے بعد ایران نے جنگ ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے جبکہ اسرائیل ابھی بھی کہہ رہا ہے ہم دوبارہ حملہ کریں گے اور بالکل رحم نہیں کریں گے۔ اس کے جواب میں ایران کا کہنا ہے کہ ہمارے بھی حوصلے اب جواب دے چکے ہیں اور ہم فیصلہ کن وار کریں گے۔ اگر خدانخواستہ جنگ چھڑتی ہے تو کیا یہ کسی بڑی جنگ کا پیش خیمہ تو ثابت نہیں ہوگی؟

رضاء الحق: اسرائیل کی جنگی کیبنٹ میں ایسے ہاکس (Hawks)

ہیں جو ہر صورت میں جنگ کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ اگر چہ دوسری آوازیں بھی ہیں لیکن ہاکس کا پلڑا بھاری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایران نے کشیدگی ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے لیکن جنگ کے سائے ابھی بھی منڈلا رہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، جرمنی اور فرانس کی حکومتیں مکمل طور پر اسرائیل کے کنٹرول میں ہیں۔ انٹرنیشنل کورٹ میں جب اسرائیل کے خلاف کیس گیا تو وہاں جرمنی نے اسرائیل کے حق میں بیان دیا کہ غزہ میں کوئی نسل کشی نہیں ہو رہی بلکہ سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے۔ احادیث میں جس بڑی جنگ (الملحمۃ الکبریٰ) کا ذکر ہے، بعض لوگوں کے نزدیک وہ نائن الیون کے بعد سے ہی شروع ہو چکی ہے، اگرچہ اس میں مختلف مراحل آئے اور آئیں گے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی بھی ایک پلاننگ ہے۔ اس نے مجرمین کو سزا دینی ہے اور اس کے لیے سارا ماحول تیار ہوگا۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ بحیثیت پاکستانی اور بحیثیت مسلمان ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ایک بڑا معروف مقولہ ہے کہ:

fool me once,shame on you,
fool me twice, shame on me.

اگر دوسری دفعہ بھی ہم دھوکہ کھائیں گے تو پھر یہ ہماری اپنی کوتاہی اور کمی ہے۔

سوال: ایرانی صدر 22 اپریل کو پاکستان کے سرکاری دورے پر آ رہے ہیں۔ اسرائیل کے ساتھ حالیہ کشیدگی کے بعد ایرانی صدر کا یہ پہلا غیر ملکی دورہ ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس تاریخی دورے کے نتیجے میں پاکستان اور ایران کا کوئی مشترکہ موقف اسرائیل کے خلاف آ سکتا ہے؟

ڈاکٹر حسن صدیق: اسرائیل کے ساتھ حالت جنگ میں ہونے کی وجہ سے ایرانی صدر کا دورہ ایک بین الاقوامی اہمیت کا حامل واقعہ ہوگا۔ جیسا کہ یوکرائن پر روسی حملے کے وقت سابق وزیر اعظم پاکستان کا دورہ روس بین الاقوامی اہمیت کا حامل تھا۔ اسی طرح ایرانی صدر کے دورہ کی وجہ سے یہ تاثر جائے گا کہ پاکستان ایران کے ساتھ کھڑا ہے۔ لہٰذا پاکستان کو چاہیے کہ سب سے پہلے تو اپنا ایک واضح موقف دے کہ ایران کے ساتھ ہمارے اختلافات اپنی جگہ لیکن اسرائیل کے معاملے میں ہم نہ صرف ایک پیج پر ہیں بلکہ ترکی، ملائیشیا، اور دیگر ممالک جو اسرائیل کے خلاف ہیں ان کے ساتھ مل کر ایک مشترکہ لائحہ عمل بنائیں گے۔ دوسری طرف سعودی انوسٹمنٹ کی بات بھی چل رہی ہے، پاکستان نے پروپوزل بھیجا ہے کہ زراعت، تیل اور گیس کے شعبہ میں سعودی عرب 36 ارب ڈالر کی انوسٹمنٹ کرے۔ توقع ہے کہ ایرانی صدر کے دورے سے اس پر اثر نہیں پڑے گا کیونکہ چین نے ایران اور سعودی عرب کو جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ پاکستان کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ایران کے ساتھ معاشی اور تجارتی تعاون بڑھانا چاہیے۔ اگر پاک، چائنہ، روس، ایران اور افغانستان کا معاشی بلاک بن جاتا ہے تو پاکستان کو IMF کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ پاکستان کا حق ہے کہ وہ ملکی مفاد میں فیصلہ کرے اور امریکی غلامی سے نکلے جس کی وجہ سے پاکستان آج تک ایران کے ساتھ گیس کا منصوبہ مکمل نہیں کر سکا۔ اب بھی امریکہ کی یہی کوشش ہوگی کہ پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبہ مکمل نہ ہو اور نہ ہی سی پیک جیسے منصوبے مکمل ہوں کیونکہ وہ پاکستان کو معاشی غلام رکھنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف بھارت ایران سے تیل اور گیس بھی لیتا ہے، یوریا بھی لیتا ہے اس کو امریکہ کچھ نہیں کہتا۔ اگر پاکستان بھی اپنا موقف مضبوط رکھے گا تو بیک وقت مغربی ممالک کے ساتھ بھی تعلقات رکھ سکے گا اور ایران کے ساتھ بھی۔

سوال: پاکستان اُمت مسلمہ کا ایک اہم ملک ہے، اس تناظر میں موجودہ حالات میں پاکستان کا باوقار موقف اور پالیسی کیا ہونی چاہیے، آپ کیا تجویز کرتے ہیں؟

بریگیڈئر جاوید احمد: پہلی بات یہ ہے کہ ہر حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ جو بھی پالیسیز بنائے وہ عوام کی توقعات اور خواہشات کے مطابق ہوں دوسرا یہ کہ جو فیصلے بھی کرے وہ اصولوں پر مبنی ہوں۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ لہٰذا ہماری حکومت پر دو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ (1) نظریہ پاکستان کی حفاظت کرے، (2) نظریہ پاکستان کو مدنظر رکھ کر پالیسی بنائے۔ نظریہ پاکستان محض کاغذ کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے قرآن ہے، اس کے پیچھے اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ اس کے تحت پاکستان وجود میں آیا، یہی قائداعظم کا نظریہ تھا۔ انہوں نے ہی کہا تھا کہ ہم قرآن سے ہدایت حاصل کریں گے۔ فلسطین اور کشمیر کے حوالے سے بھی پاکستانی قوم کا وہی موقف ہے جو قرآن کی ہدایت ہے اور بانی پاکستان کا موقف تھا۔ لہٰذا ہمیں مسلمان قوم کی حیثیت سے فیصلے کرنے چاہئیں اور فلسطینی مسلمانوں کے دفاع کے لیے ڈٹ کر کھڑے ہو جانا چاہیے۔ اگر ہماری حکومت اس نظریہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتی تو وہ غلط کر رہی ہے۔ ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ پاکستان اسلامی دنیا کی سپر پاور ہے اور اس کا مقام بلند کرنا چاہیے۔ عرب ممالک بھی پاکستان کی طرف دیکھ رہے ہیں، پاکستان کوئی قدم اٹھائے گا تو سب مسلم ممالک بھی قدم اٹھائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو پھر ہم سے بڑا منافق کوئی نہیں ہوگا اور منافقین تو کفار سے بھی نچلے درجے میں ہوں گے۔ من حیث القوم ہمیں اس بارے میں ضرور سوچنا چاہیے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۶) مولانا امین احسن اصلاحیؒ ربا کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

''رَبَا یَرْبُوْ رِبَاءً کے معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں۔ اسی سے ''رِبٰو'' ہے جس سے مراد وہ معین اضافہ ہوتا ہے جو ایک قرض دینے والا ایک مجرد مہلت کے عوض اپنے مقروض سے اپنی اصل رقم پر وصول کرتا ہے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں یہ اصطلاح مذکورہ مفہوم کے لیے مشہور رہی ہے۔ اس کی شکلیں مختلف رہی ہیں لیکن اس کی اصل حقیقت یہی ہے کہ قرض دینے والا قرض دار سے ایک معین شرح پر صرف اس حق کی بنا پر اپنے دیے ہوئے روپے کا منافع وصول کرے کہ اس نے ایک خاص مدت کے لیے اس کو روپے کے استعمال کی اجازت دی ہے۔'' (تدبر قرآن: ج 1 ص 586)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 734 دن گزر چکے!

محنت کشوں کی دنیا

نعیم اختر عدنان

ہر سال یکم مئی کا دن عالمی سطح پر ''یوم مزدور'' کے طور پر منایا جاتا ہے۔ امریکہ کے شہر شکاگو میں 1886ء کو محنت کشوں نے 8 گھنٹے کے اوقات کار اور دیگر جائز مطالبات کے حصول کے لئے پرامن مظاہرہ کیا جسے نظام کہنہ کے پاسبانوں نے ریاستی طاقت کے ذریعے یوں کچل دیا کہ کئی ایک کو فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تو بہت سے محنت کشوں کو گرفتاری کے بعد بذریعہ عدالت تختہ دار پر لٹکا دیا۔ اس دلخراش واقعہ کی یاد میں یوم مئی کی مناسبت سے ان مزدوروں کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے عالمی راہنما، مزدور تنظیمیں پیغامات جاری کرتے ہیں، جلسے اور جلوس منظم کیے جاتے ہیں، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر مضامین شائع ہوتے اور گفتگوئیں ہوتی ہیں، حکمرانوں کی جانب سے مزدوروں کی حالت بہتر بنانے کے لئے کئے گئے اقدامات کا ذکر ہوتا ہے اور مستقبل کے لئے خوش کن اعلانات ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ ضروری بھی ہے اور اہم بھی۔

ترقی یافتہ ممالک میں محنت کشوں کو ان کے حقوق کے حوالے سے کسی حد تک مناسب اور منصفانہ معاوضہ یعنی اجرت کے ساتھ ساتھ دیگر سہولیات بھی حاصل ہیں۔ جبکہ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک میں مزدور کی حالت ''ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات'' ہی کی نقشہ کشی کرتے نظر آتی ہے۔ اسلامی دنیا یعنی مسلمان ممالک میں محنت کشوں کے حالات ناقابل بیان حد تک خراب ہیں، گویا نظام ظلم کا اصل شکار یہاں کا محنت کش طبقہ ہی ہے، چاہے وہ کارخانے میں کام کرنے والا مزدور ہو یا کھیت و کھلیان میں کام کرنے والا مزارعہ یا ہاری ہو۔ اگرچہ اسلامی تعلیمات میں محنت کش کی عظمت اور اس کے انسانی حقوق کی پاسداری کی تعلیم پوری آب و تاب سے موجود ہے مگر مزدور سے متعلق اسلامی تعلیمات و احکامات پر عمل کا معاملہ، ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے، کا عکاس ہے۔ گویا یہاں بھی ظلم و استحصال کی حکمرانی مسلط ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل یہ لافانی و لاثانی اعلان فرما کر محنت کشوں کی عظمت اور ان کے حقوق کو کس خوبصورتی سے بیان فرمایا تھا۔ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے: ''یہ (ملازمین) تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے، ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاؤ، انہیں وہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنو، ان سے ایسا کام نہ لو جس سے وہ نڈھال ہو جائیں۔ اگر ان سے زیادہ کام لو تو ان کی مزید مدد کرو۔''

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت سعد انصاری ؓ نے نبی اکرم ﷺ سے مصافحہ کیا۔ آپؐ نے ان کے ہاتھوں کی سختی کو محسوس کیا۔ ان کے دونوں ہاتھ پھٹے ہوئے تھے۔ آپؐ نے وجہ پوچھی، تو انہوں نے جواب دیا کہ بیلچہ اور کدال کے ساتھ کام کر کے اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہوں۔ یہ سن کر آپؐ نے ان کے ہاتھوں کو چوم لیا اور فرمایا یہ وہ ہاتھ ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ یہ ہے اسلام کی نظر میں مزدور کا مقام۔

ایک اور فرمان نبویؐ میں مزدور کو اللہ کا دوست قرار دیا گیا ہے۔ آج اللہ کے اس دوست کی حالت زار کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بہتر بنانے کی اشد ضرورت ہے، گر نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں۔ پاکستان کی حد تک محنت کشوں کے حقوق کے حوالے سے اولین اور اہم ترین معاملہ منصفانہ معاوضہ یعنی اجرت کا ہے۔ پاکستان میں گزشتہ نگران حکومت نے مزدور کی کم از کم ماہانہ اجرت میں اضافہ کر کے اس کی شرح تیس ہزار اور سندھ حکومت نے بتیس ہزار مقرر کی تھی۔ کم از کم اجرت میں یہ اضافہ ماضی کے مقابلے میں ایک قابل تعریف اور بڑی پیش رفت کا حامل اقدام قرار دیا جا سکتا ہے تاہم عملی طور پر اس حکومتی فیصلے پر بہت سے اداروں میں عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ آنے والے بجٹ میں اجرت کی شرح میں اضافہ کر کے اسے پچاس ہزار کیا جائے۔ اسی طرح محنت کشوں کو ریٹائرمنٹ کے بعد بڑھاپے کی پینشن کی موجودہ شرح ساڑھے نو ہزار روپے ماہانہ ہے، اس میں بھی فوری اور مناسب اضافہ کی ضرورت ہے۔ ہماری رائے میں اولڈ ایج پینشن کو بیس ہزار روپے تک بڑھایا جائے۔ سیاسی و دینی جماعتیں اپنے منشور اور لائحہ عمل میں مزدوروں کے حقوق و فرائض کو بھی خصوصی اہمیت دیں۔ پاکستان میں رائج مزدور قوانین پر ہر سطح پر عمل درآمد یقینی بنانے کے لیے اقدامات کئے جائیں، آئین میں اٹھارویں ترمیم کے بعد صوبوں کو بہت سے معاملات میں بہت زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔ ان دستوری و آئینی اختیارات کو استعمال میں لاکر صوبائی حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ مزدوروں کو ان کے اسلامی، دستوری و آئینی حقوق کی فراہمی کو یقینی بناتے ہوئے وزارت لیبر اور اس کے ماتحت اداروں کو مزید متحرک اور فعال بنائیں۔ ہماری ان گزارشات اور سفارشات پر عمل کرنا وقت کا تقاضا بھی ہے اور محنت کشوں کے حالات سنوارنے کا ذریعہ بھی۔ ایک اور گزارش ہے کہ ہر ادارے سے ٹھیکیداری نظام کا خاتمہ کر کے مزدوروں کو رجسٹرڈ ورکر کے نیٹ ورک میں لایا جائے۔ بصورت دیگر

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 29 سال، تعلیم ایل ایل بی، ایم اے، CA، برسر روزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل ایم بی بی ایس ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0303-6404141

☆ اسلام آباد میں مقیم ملتزم رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم بی بی اے (جاری نمل یونیورسٹی) کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ معاشرے میں پھیلے ناسور رسم و رواج (جن کا نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے کوئی تعلق نہیں ہے) سے پرہیز والے رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0301-5322893

کیا سماں ہے یہ کیا تماشا!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا پر بلاشرکت غیرے مغربی طاقتوں کی حکمرانی پر اگرچہ ایک ضرب افغانستان میں 31 اگست 2021ء میں لگی۔ مگر مغربی میڈیا بشمول سوشل میڈیا، تھنک ٹینکوں کی جادوگری، عسکری برتری سے بڑھ کر مؤثر ہے۔ گلوب بھر کے دل دماغوں کا دھیان بٹا دیا گیا۔ طالبان کا افغانستان یوں بھی دنیا کے لیے ایک معمہ تھا سمجھنے کا نہ سمجھانے کا! دہشت گردی کا ہوّا، عورت کی آزادی پر پورے میڈیا کی اٹھتی لکھوکھا انگلیوں نے دل دماغ پر جالے تان دیے۔ حقائق کا مکمل بلیک آؤٹ رہا۔ یہ دنیا شاید مغربی ساحروں کی بجائی جاتی بین پر یونہی جھومتی رہتی کہ دنیا کے وسط میں طوفان الاقصیٰ برپا ہوگیا! اور پھر چل سو چل۔ اسرائیلی اخبار 'ہیرٹز' (8 اکتوبر 2023ء) کے مطابق اس حملے میں 700 اسرائیلی مارے گئے۔ 130 شہری اور فوجی یرغمال بنے۔ یہ تعداد اب 1139 اسرائیلی اموات کے مقابل 34 ہزار فلسطینیوں کی شہادت تک جاپہنچی ہے۔ 20 اپریل کی UNRWA رپورٹ کے مطابق غزہ میں ہر 10 منٹ پر ایک بچہ مارا جاتا ہے۔ زخمی اس کے علاوہ ہیں۔ (مرنے والوں میں دوتہائی عورتیں اور بچے ہیں۔) سو یہ جنگ نہیں ہے جو فوجوں کے مابین لڑی جاتی ہے۔ صرف بمباری اور ٹینکوں سے رہائشی علاقوں میں عمارات، ہسپتال، اسکول، بیکریاں، خوراک کے ذخائر، باغات بستیاں تباہ کی گئی ہیں۔ یہ 'جنگ' جدید تاریخ میں ہونے والی ایسی ہولناک درندگی پر مبنی ہے جس پر پوری دنیا تھرا اٹھی۔ اس کی مکمل ذمہ داری مذکورہ بالا مغربی طاقتوں کے اکٹھ پر عائد ہوتی ہے۔ تمام خوبصورت بین الاقوامی اصطلاحوں کے پرخچے اڑ گئے۔ جمہوریت، انسانی حقوق، بچوں کا تحفظ (چائلڈ لیبر پر ہنگامہ کرنے والے، چڑیوں کی طرح بچوں کا شکار کررہے اور بھوک سے ترسا تڑپا کر مار رہے ہیں!) جنیوا کنونشنز، جنگی جرائم سب کا جنازہ اٹھ گیا۔ عورت کی تعلیم کے نام پر افغانستان کو مطعون کرنے، دیوار سے لگانے والوں نے یہاں عورت کی تکا بوٹی کر ڈالی۔ حاملہ خواتین 60 ہزار کی تعداد میں رُل گئیں۔ نوجوان دنیا بھر میں بھڑک اٹھے۔ مناظر ہی ایسے تھے۔ ایک یہی دیکھ لیجیے: ایک بچہ اپنے سینے سے ایک بیگ لگا کر اٹھائے ہوئے ڈاکٹر خاتون کو اشارہ کرتا ہے اس کی طرف۔ بیگ سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ ڈاکٹر پریشان ہوکر پوچھتی ہے: اس میں کیا ہے؟ بچہ جو چہرے پر زخموں کے نشان لیے کسی ملبے سے نکل کر آرہا ہے کہتا ہے: اس میں میرا شہید منا بھائی احمد ہے۔ میں اسے لے آیا ہوں! ڈاکٹر سُن رہ جاتی ہے۔ ناقابل یقین! ناقابل فراموش! بے بس محبت! والہانہ رستے ہوئے خون کا رشتہ! ایسے لامنتہا تڑپا دینے والے مناظر نے انسانوں کو ہلا مارا۔ امریکی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں ہٹ دھرم بغاوت کے مناظر ہیں۔ غزہ میں اعلیٰ ترین انسانی کردار کی عظمت جس نے دنیا کو غزہ کی محبت میں دیوانہ کردیا۔ دوسری طرف ظلم وجبر کے کردار، امریکا، برطانیہ، فرانس، کینیڈا سبھی بڑے مغربی ممالک کے خونخواروں کی اسرائیل پرستی اور انسانیت کے خلاف ہولناک جنگی جرائم پر نفرت کی لہر ایسی اٹھی کہ میڈیا کی توجہ ہٹانے، حقائق چھپانے کی ہر کوشش ناکام ٹھہری۔ کویتی ڈاکٹر غزہ سے لوٹ کر دنیا کو بتا رہا ہے کہ وہاں صرف ایک چیز کی فراوانی ہے، موت! ہر قسم کی موت! حتیٰ کہ فضائی غذائی امداد نے انسانوں پر گر کر بھی موت برسادی! ان کے پاس صرف اللہ کا سہارا ہے۔ بدترین بلاؤں میں گھرے، انہیں تو ایک دوسرے پر چڑھ دوڑنا چاہیے تھا۔ مگر وہ؟ ایک دوسرے پر جان چھڑکتے، ایثار کے پیکر ہیں۔ مسکراہٹ سے آپ کا استقبال کرتے، ہاتھ نہیں پھیلاتے! اتنا غنا؟ اتنی غیرت؟ بس انہیں بیان کرنے کو ایک جملہ ہے: 'بدترین حالات میں اخلاق کی بلندیوں پر اعلیٰ ترین اشرف ترین کردار۔' 'احسن تقویم' بمقابلہ 'اسفل سافلین'! اعلیٰ ترین تعلیمی اسناد، چاند، مریخ کے فاتح مغربی۔ برسرزمین خنزیر اور بھیڑیے بھی جن کے کردار، وحشت و درندگی کی بدبو سے اب منہ چھپالیں۔ دنیا نے انہیں جان پہچان کر وہ طوفان برپا کردیا کہ 6 ماہ میں ریکارڈ توڑ تحریک نے عظیم مظاہروں سے سب کو لرزا دیا۔ 5 لاکھ کا مارچ واشنگٹن میں۔ کینیڈا کی تاریخ کا سب سے بڑا مظاہرہ۔ برطانیہ میں کئی مارچ 10 لاکھ سے زیادہ۔ یعنی اس سیارے کی مخلوق بھاری اکثریت میں فلسطین کے حق میں کھڑی ہوگئی۔ میڈیا کے ہاتھ سے بازی چھن گئی! بائیڈن کے انتخاب کے لیے خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ لالے پڑ گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ریکارڈ توڑ درجے میں ریٹنگ گرگئی۔ نیتن یاہو پر خوف کے دورے پڑے کہ: 'یہ سیاسی دباؤ ہماری اسلحہ سپلائی روک دے گا! ہمیں مقابلے میں دباؤ کی صورت نکالنی ہوگی!' اسی کے لیے یہ ملی بھگت حملے ہوئے۔ اتوار 14 اپریل کو ایران نے کراماتی حملہ کیا کہ 300 ڈرون میزائل مارے اسرائیل پر، مگر مالی، جانی نقصان کے بغیر! تم حملہ کرو ہو کہ کرامات کرو ہو! عسکری ماہرین نے اسے رضائے باہمی سے طے شدہ قرار دیا صرف شہ سرخیاں لگانے کو۔ دھوم دھڑکا میڈیا کی مہربانی سے خوب رہا۔ ملٹری آتش بازی تھا، ذز۔ زوں۔ شوں! سائرن بج رہے ہیں۔ زبردست صوتی اثرات۔ پورا خطہ آگ کی لپیٹ میں آنے کے خدشات۔ چیختی چلاتی خبریں۔ نیتن یاہو کا ڈراما: 'دنیا یک زبان ہوکر ایران کو لازماً روکے'، 'ایران پورے عالم کے لیے ایک خطرہ ہے!' چنانچہ حسب فرمائش برطانوی ہندو وزیراعظم: 'اسرائیل کی سیکورٹی کے لیے برطانیہ کھڑا ہوگا'۔ نوعیت کے بیانات اسرائیل کے مغربی سرپرستوں نے فوری داغ دیے۔ تین دن بعد امریکا نے (الجزیرہ رپورٹ) ایران سے رابطہ کرکے کہا کہ اسرائیل کو اپنی عزت، ساکھ بچانے کے لیے ایک 'علامتی' حملہ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ خاموش سفارت کاری کے نتیجے میں اسرائیل نے اصفہان پر (ایران جیسا ہی) بے ضرر حملہ کردیا۔ باقی تاثر طے شدہ پالیسیوں کے مطابق عالمی میڈیا نے دے کر ایک مناسب وقت اسرائیل کو دے دیا جس میں دنیا میں بڑھتی ہوئی اسرائیل مخالف لہر کو افاقہ ہوجائے، بریک مل جائے، دھیان بٹ جائے۔ سو تبادلۂ خیالات، گفت وشنید کی طرح یہ اسرائیل ایران مابین تبادلۂ ڈرون

میزائل تھا اور بس! سب ٹائیں ٹائیں فش! اس دوران جب میڈیا نے ایران اسرائیل ہوّا کھڑا کیے رکھا، اسرائیل نے غزہ میں خوفناک تباہی مچائے رکھی جو بلیک آؤٹ ہوگئی نئے افسانے کے پیچھے! اسکول کے کھیل کے میدان میں 7 بچے مار ڈالے۔ خان یونس میں ہسپتال سے اجتماعی قبر سے 190 لاشیں ملیں۔ ایک مردہ حاملہ عورت کی بچی کو زندہ بچا لیا گیا۔ پیدائشی یتیم! ماں باپ دونوں رفح میں حملے میں شہید ہوگئے۔ مزید 18 لوگ بھی اسرائیل نے رات کو شکار کیے۔ جسے عسکری ٹارگٹ کہا وہاں سب عورتیں بچے تھے۔ گویا اسرائیل ایران باہمی حملوں سے نیتن یاہو مزید متشدد اور پراعتماد ہو کر نکلا ہے۔ امریکا نے اسی ہنگامے میں نہایت پراعتماد ہو کر مزید 26 ارب ڈالر کی فنڈنگ اسرائیل کے لیے پاس کر دی!

اسی دوران مغربی میڈیا میں عوام کی ذہن سازی کے لیے صحافیوں کو دی گئی ہدایات پر مبنی ایک دستاویز لیک ہوگئی۔ نیویارک ٹائمز و دیگر کے مدیران نے غزہ کی جنگ میں نشریات/ خبر سازی میں الفاظ کا چناؤ سکھایا۔ اسرائیل کے لیے نرم الفاظ کا انتخاب اور حماس کے لیے تیز و تند اصطلاحات کی تربیت دی گئی۔ چنانچہ نیویارک ٹائمز نے اسرائیلی اموات کو 'قتلِ عام' 53 مرتبہ لکھا۔ جبکہ غزہ کی بے پناہ اموات پر یہ صرف ایک مرتبہ لکھا گیا! 'ذبیحہ' کا لفظ 22 مرتبہ اسرائیل کے لیے اور ایک مرتبہ غزہ کے لیے! نیز یہ بھی کہ 'فلسطین' اور 'مقبوضہ علاقہ' بھی نہ لکھا جائے۔ 'مہاجر کیمپ' بھی ممنوعہ الفاظ میں شامل ہے جبکہ یہ یو این کی اصطلاح ہے، بے دخل فلسطینیوں کے لیے۔ لفظ 'دہشت گردی' کا استعمال 7 اکتوبر کے لیے کیا جائے۔ (35 ہزار کے قاتل درندوں کے لیے نہیں!) 'نسل کشی' اور 'نسلی صفایا' چونکہ بین الاقوامی قانون کی زبان اور جنگی جرم ہے اس لیے اخبارات اسرائیل کے لیے یہ اصطلاح استعمال نہ کریں! میڈیا سے ذہن سازی کی کامیابی دیکھنی ہو تو گزشتہ 22 سالوں میں ٹاک شوز، میڈیا سے تیار شدہ مسحور، بے نور، بے جہت پاکستانی عوام کی ژولیدہ فکری نمونہ ہے! فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے جبکہ ہماری رگِ جاں فرنگ کے مالیاتی، نظریاتی، میڈیائی، تعلیمی قبضہ گیر استحصال کا شکار ہے!

میں کس سے پوچھوں، کسے پکاروں
یہ کیا سماں ہے؟ یہ کیا تماشا؟

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(4 تا 22 اپریل 2024ء)

جمعرات (4-اپریل) کو مرکزی اسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (5 و 12-اپریل) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطابات ہوئے۔ QTV کے لیے دورۂ ترجمہ قرآن کی ریکارڈنگ آخری عشرہ میں اور نارتھ کراچی کے علاقہ میں دورہ ترجمہ قرآن 29 رمضان المبارک کو مکمل کیا۔ آخری عشرہ میں قرآن اکیڈمی ڈیفنس اور یاسین آباد کراچی میں معتکفین سے خطاب اور سوال و جواب کا پروگرام ہوا۔ دورہ ترجمہ قرآن کے احباب کے ساتھ بروز اتوار سوال و جواب کی نشست کا اہتمام ہوا۔ مقامی امیر، ذیشان طاہر صاحب کی ساس اور ناظم اعلیٰ ڈاکٹر سید عطاء الرحمٰن عارف صاحب کی والدہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک مسیحی نوجوان کے قبول اسلام کے حوالہ سے قرآن اکیڈمی ڈیفنس کی مسجد میں مختصر تقریب میں گفتگو کی اور کلمہ پڑھوایا۔

بدھ (10-اپریل) نماز عید الفطر قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے اجتماع سے خطاب کیا۔ دوران ایام عید، محترم سید نسیم الدین صاحب، عبد الرزاق کوڈواوی صاحب، پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب، میجر فتح محمد صاحب، ڈاکٹر طاہر خاکوانی سے رابطہ اور قمر سعید قریشی صاحب کے بارے میں ان کے داماد وسیم احمد صاحب سے رابطہ رہا۔ دورہ ترجمہ قرآن میں شریک تقریباً 25 احباب سے مقامی نظم کی کوششوں سے انفرادی ملاقاتیں کیں۔

منگل (16-اپریل) کو تحریک خلافت کی مرکزی عاملہ، خلافت کمیٹی اور سالانہ اجلاس عامہ کی آن لائن صدارت کی۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے ان کے چھوٹے بھائی (ڈاکٹر محبوب الرحمٰن صاحب) کے انتقال پر تعزیت کی۔

جمعرات (18-اپریل) مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت رہی۔ دوپہر میں ناظم شعبہ تعلیم و تربیت اور ناظم اعلیٰ صاحب سے ان کے شعبہ جات سے متعلق ملاقات رہی۔ شام کو مرکزی اُسرہ کے ساتھ عشائیہ میں شرکت رہی۔ جس میں اراکین اسرہ کی بیگمات نے بھی شرکت فرمائی۔

جمعہ (19-اپریل) ناظم انتظامی و قانونی امور اور سے ان کے شعبہ جات سے متعلق ملاقات رہی۔ خطاب جمعہ قران اکیڈمی، لاہور کی مسجد میں دیا۔ شام میں جامع مسجد خضراء ویلینشیا سوسائٹی، لاہور کے علاقے میں مسلمانوں کی دینی ذمہ داریوں کے عنوان پر خطاب کیا۔ واپسی پر بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی وقار احمد صاحب کی عیادت کے لئے ہسپتال جانا ہوا۔

ہفتہ (20-اپریل) صبح توسیعی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ دوپہر میں دین حق ٹرسٹ کے اجلاس اور شام میں مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کی۔

اتوار (21-اپریل) مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت رہی۔ دوپہر میں نائب ناظم اعلیٰ ڈاکٹر امتیاز صاحب کے صاحبزادے کے ولیمہ میں شرکت کی۔

پیر (22-اپریل) صبح توسیعی عاملہ کا اجلاس میں شرکت رہی۔ دوپہر میں کچھ امور پر نائب امیر، ناظم رابطہ، قانونی و انتظامی امور، ناظم تعلیم و تربیت و نشر و اشاعت اور ناظم اعلیٰ صاحب کے ساتھ مشاورت کی۔ شام کو ایئرپورٹ جاتے ہوئے ایک رفیق کے پرزور اصرار پر ان کے گھر پر مختصر ملاقات رہی۔ رات کراچی واپسی ہو گئی کراچی میں معمول کی مصروفیات اور نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

پروفیسر یوسف عرفان

اسرائیل سے غزہ فتح نہ ہو سکا مگر اس نے محاذ جنگ کو پھیلا دیا ہے۔ آگے دوڑ، پیچھے چھوڑ، یعنی اسرائیل سے اپنے قریبی علاقے زیر نہیں ہو رہے مگر اس نے اپنے حلیف یا پالتو دوست ممالک (اعلانیہ اور غیر اعلانیہ دشمن نما دوست) کے ساتھ ساز باز کر کے دو رمار جنگی درندگی بڑھانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ایران اسرائیل میزائل بازی نے اسرائیل کو پاک ایران سرحد تک جنگی کارروائی کا جواز فراہم کر دیا۔ اللہ خیر کرے۔ ہندو بھارت اسرائیل کا دوسرا گھر ہے۔ بھارت کے اندر ''ہندوتوا مہم'' اور ''کشمیر پالیسی'' کا اصل کارساز اور کرتا دھرتا اسرائیلی صیہونی ریاست ہے۔ دریں صورت، ''بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ'' نے بھارت کو خطے میں اسرائیل کا تھانیدار بنا دیا ہے۔ نیز'' بہاولپور فضائی سازش 17 اگست 1988ء کے بعد اسرائیلی افواج نے مقبوضہ کشمیر میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ موجودہ بھارتی وزیر اعظم اور سابق وزیر اعلیٰ بھارتی گجرات نریندر مودی نے سرکاری سرپرستی میں مسلمانوں کا قتل عام (22 فروری 2002ء میں) کیا۔ 06 دسمبر 1992ء میں بابری مسجد گرائی گئی۔ اس مسجد میں صدیوں سے باجماعت پنجگانہ نماز ادا کی جاتی تھی۔ آج بابری مسجد کی جگہ فرضی دیوتا کا رام مندر (22 جنوری 2024ء) بنا دیا گیا ہے۔ فی الحقیقت اس وقت ''بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ'' نے پاکستان کے معاشی، معاشرتی، اندرونی، بیرونی حالات اور نظریاتی سرحدوں کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ علاوہ ازیں امریکہ و اتحادی قوتیں اور ادارے افغانستان کی طرح پاکستان کے اندر بھی مخلوط، وسیع البنیاد اور کمزور سرکار سازی میں کامیاب رہتے ہیں۔

امریکہ نے ریمنڈ ایلن ڈیوس (سانحہ لاہور 27 جنوری 2011ء) کی 46 روزہ اسیری کے وقت سرکاری طور پر اعلان کیا تھا کہ ہمارا (امریکہ و اتحادی ممالک) پاکستان کے اندر انٹیلی جنس نیٹ ورک آپریشنل مکمل ہو چکا ہے۔ اب ہمیں پاکستان کے اندر مرضی کی محاذ آرائی اور کارروائی کرنے کے لیے فوج اور ISI کو قبل از وقت اعتماد میں لینے یا مدد حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہم پاکستان میں اپنی مرضی سے جب، جہاں اور جیسے چاہیں کام کر سکتے ہیں۔ تقریباً یہی کیفیت بھارتی نیٹ ورک کی پاکستان کے اندر ہے جیسا کہ بھارتی وزیر اعظم مودی نے پاکستان کے اندر ٹارگٹ کلنگ اور دہشت گردی کی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ علیحدگی پسند مسلح گروہوں کی دامے درمے سخنے مدد کرنے کا سرکاری اعلان جاری کر رکھا ہے۔ پورے پاکستان میں نامعلوم افراد کے ہاتھوں خواتین و مرد اور بچوں کا قتل عام معمول بن گیا ہے۔ قتل و غارت اور جرائم میں روز افزوں اضافہ ہے۔

بھارتی دہشت گرد سربجیت سنگھ (1983 تا مئی 2013ء) نے پاکستان سینکڑوں مسلم شہریوں کو قتل کیا اور رنگے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس وقت کراچی کی نام نہاد پاک بھارت خیر سگالی این جی او کے سربراہ نے بھارتی قیدی شمشیر سنگھ کی رہائی کا بندوبست کیا۔ آصف علی زرداری کے پہلے دور صدارت میں سربجیت سنگھ کی رہائی کا صدارتی پروانہ جاری ہو چکا تھا۔ سربجیت سنگھ کو دو روز بعد بھارت لوٹنا تھا۔ سربجیت سنگھ کا پریوار، ماں، بہن، بیوی، بچے لاہور پہنچ چکے تھے۔ پاکستانی میڈیا نے سربجیت سنگھ کی مظلومیت اور پریوار/فیملی کی خوشی کے شادیانے بجا رکھے تھے۔ غالباً رہائی سے دو دن پہلے کوٹ لکھپت جیل لاہور کے قیدی عامر تانبا (عامر سرفراز) نے قومی غیرت کے تحت سربجیت سنگھ کو جیل میں مار (02 مئی 2013ء) دیا۔ اب بھارت کی رسوائے زمانہ سرکاری دہشت گرد تنظیم ''را'' RAW نے پنجاب سیکرٹریٹ لاہور کے عقب میں واقع بستی اسلام پورہ (سابق کرشن نگر) میں رہائش پذیر عامر سرفراز کو گھر میں گھس کر مار دیا (15 اپریل 2015ء) ۔۔۔۔ نوبت ایں جا رسید۔

بدقسمتی سے اس وقت پاک ایران اور افغان سرحدوں پر بھارتی دہشت گردی کے مراکز، ہیڈ کوارٹرز سرگرم ہیں۔ ہزاروں پاکستانی مسلمان شہریوں کا قاتل اور بھارتی دہشت گرد حاضر سروس بحری فوجی افسر کلبھوشن یادیو کو پاکستانی صوبہ بلوچستان سے 2016ء میں رنگے ہاتھ گرفتار کیا گیا۔ کلبھوشن یادیو ایرانی بلوچستان کی سرزمین ہیڈ کوارٹر بنا کر پاکستان میں دہشت گردی کرتا تھا۔ بی ایل اے کی دہشت گردی کا مرکز بھی پاک ایران اور افغان سرحدی علاقے ہیں۔ بھارت نے اپنے عالمی اتحادیوں اور ان کے خفیہ اداروں کی مدد سے نام نہاد ''آزاد پختون ریاست'' کے قیام کی مہم بھی تیز تر کر رکھی ہے۔ البتہ پاکستان کی ایرانی، افغانی، کشمیری اور بھارتی سرحدوں پر اسرائیل بالواسطہ اور بلاواسطہ پہلے ہی موجود ہے۔ علاوہ ازیں الیکشن کمیشن آف پاکستان نے اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام UNDP کے تحت ہونے والے حالیہ الیکشن نتائج میں پاکستان کی جغرافیائی شکست و ریخت کے سیاسی خدوخال کو پروان چڑھایا ہے۔ دریں تناظر ایران پاکستان کے اندر بھارتی دہشت گردی کا ذریعہ رہا ہے۔ جبکہ ایران، امریکہ و اسرائیل گٹھ جوڑ کی حقیقت اس امر سے مزید واضح ہو جاتی ہے کہ ایران نے شام میں اسرائیلی بمباری سے برباد ہونے والے ایرانی قونصل خانے کا انتقام حسب بیان اس طرح لیا کہ امریکہ و اسرائیل کی ریاستی انتظامیہ کو قبل از وقت اعتماد میں لیا اور بعد ازاں اسرائیل پر خالی میزائل (بارود اور وارہیڈ کے بغیر) داغ دیئے۔ جس کے ردعمل میں اسرائیل نے ایرانی شہر اصفہان پر ''محتاط میزائل بازی'' کا مظاہرہ کیا۔ مگر اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ ایران اسرائیل میزائل بازی کے شو کے بعد پاکستان کی ناکہ بندی کا امکان بڑھ گیا ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کا والہانہ دورہ پاکستان کو عالمی و علاقائی سطح پر ایران کا سٹریٹجک پارٹنر بنا کر پیش کرے گا۔ جبکہ ایران (شاہ اور خمینی) قبل اور بعد از انقلاب بھارت کا دوست رہا ہے۔ حتیٰ کہ خمینی کے دور میں رفسنجانی امریکی و اسرائیلی اسلحہ کی ترسیل بذریعہ بھارت وصول کرنے کا ذمہ دار تھا۔ ایران یہ اسلحہ عراق کے صدر صدام حسین کے خلاف استعمال کرتا تھا۔ ایران کے اسرائیل اور امریکہ سے تعلقات یا روابط کا یہ پہلو در پردہ یا عالمی سرکاری میڈیا سے اخفا میں رکھنے کی کسی حد تک کامیاب کوشش کی جاتی تھی۔ یاد رہے کہ عراق

ایران جنگ سے قبل اسرائیل نے ''ایرانی فرمائش'' پر عراقی جوہری تنصیبات/ پلانٹ فضائی بمباری میں برباد کردیا تھا۔ ایران کی ''منافقانہ خواہش'' تھی کہ پاکستان کی ضیاء الحق انتظامیہ اسرائیلی وامریکی اسلحہ کی خفیہ ترسیل کا ذریعہ بنے۔ ضیاء الحق کے انکار کے بعد یہ ''درپردہ کردار'' پاکستان اور عالم اسلام کے ازلی دشمن ہندو بھارت نے ادا کیا اور پاکستان کی غیر جانبدار مصالحانہ ثالثی کو رد کردیا اور جب ضیاء الحق کا جہاز ایرانی دعوت پر ایران ائیرپورٹ پہنچا تو خمینی انتظامیہ نے نہ صرف استقبال سے انکار کیا بلکہ ایران ائیرپورٹ کی جملہ لائٹ بھی آف کردیں اور نعرہ لگایا کہ ''سگِ امریکائی، چہ کار آمدہ ای'' مگر ضیاء الحق نے غیر جانبدار ثالثی کردار سے کبھی دستبرداری اختیار نہیں کی۔ البتہ ایران نے ''انقلاب ایکسپورٹ'' کرنے کی عملاً کوشش کی اور اپنی مؤثر لابی کے ذریعے وفاقی سیکرٹریٹ تقریباً 3 دن معطل رکھا ہے۔ نیز اس دوران رفسنجانی نے بار بار کہا اور اخبار ''کیہان'' کے اداریوں میں لکھا کہ بھارت کا دشمن ایران کا دشمن بھی ہے۔ ایران عراق جنگ (88-1980ء) کے دوران ایران درپردہ امریکہ واسرائیل کا ''دشمن نما دوست'' رہا اور ہمہ نوعی امداد اور حمایت حاصل کرتا رہا۔ جب اس ''درپردہ منافقانہ امداد'' کا امریکی عوام کو علم ہوا تو امریکی صدر رونالڈ ریگن (89-1980) کے خلاف عوام نے عدالت کے دروازے پر دستک دی اور مشہور Centra Affair مقدمہ کئی سال (ریگن کی صدارت کے بعد بھی) چلتا رہا۔ پاکستان میں اسلامائزیشن کے خلاف عالمی وعلاقائی اتحادی قوتوں نے ''ایرانی لابی'' کے ذریعے مؤثر ترین عملی کردار ادا کیا۔

قصہ مختصر کہ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کے موجودہ والہانہ اور تفصیلی دورے سے بھی پاک ایران تلخی بڑھ گئی جب صدر ابراہیم رئیسی کی مرضی سے پاکستانی بلوچستان پر بلا اشتعال بارود سے بھرے (وار ہیڈ) میزائل داغے گئے۔ یہ ایرانی میزائل 'حملہ' امریکہ، اسرائیل اور بھارتی فرمائش پر کیا گیا تا کہ ''ناپسندیدہ آرمی چیف'' کی نیت، صحت اور پالیسی کا پتہ چلے کہ یہ جوابی کارروائی کرے گا یا سرنگوں ہوکر کہے گا کہ پاکستانی ہتھیاروں کو زنگ لگ چکا ہے۔ فوج امن چاہتی ہے اور امریکہ سے اپیل ہے کہ وہ خطے میں امن کے لیے کوشش مزید تیز کردے۔ مگر معاملہ الٹ نکلا چیف نے پاکستانی فضائی حدود کی خلاف ورزی کا جواب بھرپور میزائل باری سے دیا اور ایران میں بھارتی دہشت گردی کا بڑا مرکز ختم کردیا۔ اب ابھی نندن کو چائے پلاکر ''امن کی خاطر'' واپس بھارت نہیں بھیجا جائے گا امن کی آشا جنگی تیاری یا بھرپور جواب سے پروان چڑھائی جائے گی جیسا کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا فرمان ہے کہ ''اگر امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو۔'' اگر ایران کی سرزمین پر بھارتی دہشت گردی کے ہیڈکوارٹر پر جوابی فضائی کارروائی نہ ہوتی تو ایرانی صدر کے والہانہ دورے کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔

ایرانی سرزمین کے بعد افغان سرزمین سے بھارتی دہشت گردی روکنے کے لیے پاکستان نے میزائل حملے میں بھارتی اڈا ختم کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ''ناپسندیدہ چیف'' نے ایران اور افغانستان کو براہ راست اور بھارت کو بالواسطہ جواب دیا جس سے امریکہ واسرائیل اور عالمی اتحادی طاقتوں اور اداروں کے کان کھڑے ہوگئے اور اب دنیا مکمل تیاری، منصوبہ بندی اور جنگی حکمتِ عملی کے ساتھ ساز باز کرکے کارروائی کرے گی۔ اب پاکستان کے اندر بیرونی تانے بانے تروتازہ کیے جارہے ہیں۔ اس وقت پاکستان اندرونی انتشار اور افتراق کے ساتھ ساتھ بیرونی سازشوں کے مہیب گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ دریں تناظر اسرائیل کو اپنے جوہری، جہادی اور نظریاتی دشمن پاکستان کے خلاف بھرپور مہم جوئی کی ضرورت پیش آرہی ہے اور یہ سب اسرائیل کے جنگی عزائم کا شاخسانہ ہے۔ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کا والہانہ تفصیلی (کسی حد تک عوامی بھی) دورہ خطے میں مزید کشیدگی کا باعث بنے گا۔ پاکستان کو جوہری قوت بنانے والے غیرت مند پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے جملہ مصائب اور قید وبند کے مسائل کا سبب سابق ایرانی صدر احمدی نژاد تھا۔ جس نے ڈاکٹر اے۔ کیو۔ خان پر لگائے گئے امریکی، عالمی الزامات کی تصدیقی بیانات سے توثیق کی تھی۔ جس کے نتیجے میں پاکستانی کمانڈر جنرل مگر ایرانی وقادیانی حلیف صدر پرویز مشرف نے امریکی جہاز اسلام آباد ائیرپورٹ پر بلالیا تا کہ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو عالمی مجرم قرار دے کر امریکہ کے حوالے کردیا جائے۔ اللہ بھلا کرے چودھری شجاعت حسین اور ظفر اللہ جمالی (سابق وزرائے اعظم) کا جو محب وطن نیشنلسٹ عوام اور احباب کی مضبوط آواز بن گئے اور جنرل پرویز مشرف کو انٹرنیشنلسٹ ہیرو بننے سے باز رکھا۔ علاوہ ازیں پاکستان عرصہ دراز سے سعودی عرب کا حلیف رہا ہے۔ نیز سعودی عرب نے پاکستانی مسائل کو سلجھانے کے لیے دامے، درمے، سخنے مدد کی مگر جب ایران اور امریکہ کے امدادی اور حمایت یافتہ یمنی حوثیوں نے سعودی ریاست کا ناطقہ بند کردیا تھا تو سعودی عرب نے اپنے جوہری، جہادی حلیف پاکستان کی طرف دیکھا اور پاکستان کی پارلیمان نے ریاستی دفاعی معاہدے کی پیروی کی بجائے غیر یقینی طور پر غیر جانبدار خاموش تماشائی بننے کو ترجیح دی۔ یاد رہے کہ اس وقت وزیر اعظم محمد نواز شریف تھے۔ جو ریاستی حلیف ہونے کے ساتھ سعودی حکمرانوں کے ذاتی اور قریبی دوست بھی تھے۔ مگر ایرانی پارلیمانی، سیاسی اور میڈیائی لابی نے پاکستان اور وزیر اعظم نواز شریف کو بے بس کرکے رکھ دیا تھا۔ نتیجتاً سعودی عرب علاقائی اور عالمی معاملات میں تنہائی کا شکار ہوکر رہ گیا۔ ایک طرف یمنی حوثی اور دوسری طرف صہیونی اسرائیل تھا۔ دریں صورت سعودی عرب زیادہ دیر ''تنہا'' نہیں رہ سکتا تھا۔ سعودی حکام نے دفاعی امور کے حوالے سے اس روس کا دورہ کیا جس کو افغان جہاد کے باعث جغرافیائی شکست وریخت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

افغان جہاد کے دوران سعودی عرب نے پاکستان کی سلامتی کے حوالے سے پاکستان کے اصولی، اخلاقی اور انسانی مؤقف کی عملی، مالی اور اخلاقی حمایت کی تھی۔ سعودی عرب روس سے مایوس ہوا اور بالآخر دفاعی معاملات میں اسرائیل کے اعلانیہ سرپرست امریکہ کی جھولی میں جا گرا اور اس طرح مصری غاصب جنرل السیسی کی طرح سعودی عرب میں امریکہ واسرائیل نواز ولی عہد محمد بن سلمان کی راہ ہموار کی گئی۔ یاد رہے کہ مصری صدر جنرل السیسی کی ماں یہودی ہے۔ اس مذکورہ صورتحال کے پس منظر میں پاکستان میں ایرانی پارلیمانی لابی کا بظاہر معمولی اور بے ضرر اقدام تھا مگر اس کی بازگشت نے عالمی بساط کو الٹ پلٹ کردیا۔ لہٰذا پاک ایران معاملات کو عمیق مطالعاتی جائزے میں پرکھنے کی ضرورت ہے۔ تفکر، تحمل اور تدبر درکار ہے۔ ہوش مندی اور ہمہ تن بیداری کی ضرورت ہے۔ ورنہ ایرانی پالیسی کا ہدف دور مار ہے۔ زخم کاری اور جان لیوا ہوسکتا ہے لہٰذا ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانے کی ضرورت ہے۔ ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ۔ واللہ اعلم بالصواب

❁❁❁

استاذِ محترم ریاض اسماعیل کی جناب میں الوداعی تاثرات

(قرآن کالج کے دیرینہ استاد اور پرنسپل جناب ریاض اسماعیل بہترین خدمات سرانجام دینے کے بعد امریکہ میں مقیم اپنے بچوں کے پاس منتقل ہو رہے ہیں۔ قرآن آڈیٹوریم میں ان کی الوداع میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں مجھے بھی کالج کے ایک سابقہ طالب علم کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا۔)

نورالورٰی

قرآن کالج کے ساتھ میری زندگی کی بہت ہی شاندار اور خوبصورت یادیں وابستہ ہیں۔ آج سے 20 سال قبل 2003ء میں میں نے میٹرک کے بعد اس مادرِ علمی سے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا۔ 10 اگست 2003ء میری زندگی کا وہ یادگار دن ہے جس دن مجھے اس قرآن آڈیٹوریم میں پہلا قدم رکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ اتوار کا دن تھا، صبح تقریباً دس بجے ہاسٹل پہنچ کر پہلی ملاقات سال دوم کے ایک کشمیری طالب علم (نصیر احمد) سے ہوئی۔ نصیر بھائی مجھے اپنے کمرے میں لے گئے اور کہا کہ آپ آرام کریں میں نے ایک درسِ قرآن کے لیے جانا ہے۔ میں نے پوچھا کس کا درس ہے؟ کہنے لگے ڈاکٹر اسرار صاحب کا، ڈاکٹر صاحب کا نام سنتے ہی دل و دماغ میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی کیونکہ ہائی سکول کے زمانے سے ہی ڈاکٹر صاحب کو سننے اور پڑھنے کا ایک سلسلہ چل رہا تھا جس سے دل میں ڈاکٹر صاحب کی ایک غائبانہ عقیدت بیٹھ چکی تھی اور ڈاکٹر صاحب کو براہِ راست دیکھنے کی ایک شدید خواہش اور آرزو دل میں پیدا ہو چکی تھی۔ مجھے بچپن کے وہ دن بھی یاد ہیں جب ہم اپنے بہنوئی حضرت رحمان صاحب کے گھر وی سی آر پر ڈاکٹر صاحب کو دیکھا کرتے تھے، بلیک اینڈ وائٹ ویڈیو میں ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں کی وہ فلیش کی طرح چمک آج بھی یاد ہے۔ خیر نصیر بھائی کے ہمراہ اس سامنے والے دروازے سے جیسے ہی داخل ہوا تو میرے پیچھے پڑی اس کرسی پر ڈاکٹر صاحب پہلے سے ہی سفید کرتے اور کالے ویسٹ کوٹ میں تشریف فرما تھے۔ یقین جانیے وہ جو ڈاکٹر صاحب کی شخصیت پر پہلی نظر پڑی تھی اس وقت کے اپنے جذبات و احساسات کو میں الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بہر حال اس دن سے لے کر ڈاکٹر صاحب کی وفات تک لاہور میں ڈاکٹر صاحب کا شاید ہی کوئی خطاب یا درس ہوا ہو جس میں مجھے شرکت کی سعادت نہ ملی ہو۔

2003ء تا 2005ء کا دو سال کا عرصہ قرآن کالج میں گزرا۔ یہ دو سال یقیناً میری زندگی کے سب سے قیمتی ماہ و سال تھے، ان دو سالوں نے میری زندگی اور تربیت پر بہت گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اگر قرآن کالج جیسا بہترین ادارہ اور یہاں کے بہترین اساتذہ میسر نہ آتے تو نہ معلوم زندگی کس رخ پر پروان چڑھ جاتی۔ ویسے تو کالج کے تمام اساتذہ نہایت شفیق، مخلص اور محنتی تھے مگر سر ریاض نے جس شفقت اور لگن سے ہمیں پڑھایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سر نے پہلے دن سے طلبہ میں پڑھنے اور آگے بڑھنے کا ایک جاندار جذبہ پیدا کیا تھا۔ سال اول میں ان کے سبجیکٹ میں اچھی کارکردگی پر ان کی طرف سے ملنے والی انگلش ڈکشنری آج بھی ہمارے پاس ایک یادگار پرائز کے طور پر موجود ہے۔ سر کی ایک امتیازی خوبی یہ تھی کہ وہ طلبہ کے ساتھ ایک دوستانہ تعلق بنا کر ان کی مخفی صلاحیتوں کو نکھارنے پر توجہ دیتے تھے۔ سر ریاض کا نام آتے ہی ذہن میں مسٹر چپس بھی آتا ہے کیونکہ سر نے اس ناول کو واقعی ناول کے انداز میں ہمیں پڑھایا جس کو ہم نے بہت انجوائے کیا تھا۔ اور اب تو سر کی بھی اس کالج میں مسٹر چپس سے کچھ مشابہت ہونے لگی ہے کیونکہ چپس نے اگر اپنے کالج میں تین نسلوں کو پڑھایا تھا تو سر نے بھی ماشاءاللہ قرآن کالج میں دو نسلوں کو پڑھایا ہے۔

آج ان کا قرآن کالج کے ساتھ 35 سالہ سفر ختم ہونے کو آرہا ہے، آدھی سے زیادہ زندگی انہوں نے اس کالج میں گزاری، سر کا اس کالج کے ساتھ سفر کالج کی اس عمارت بننے سے بھی پہلے کا ہے، اسی قرآن آڈیٹوریم میں بغیر چھت کے ڈاکٹر صاحب کا درس سننے کا شرف بھی ان کو حاصل ہے۔ سر نے جن بچوں کو پڑھایا ہے آج وہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ دیگر ممالک میں بھی بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں، ان میں ججز بھی ہیں پروفیسرز بھی ہیں ہیڈز آف دی ڈیپارٹمنٹ بھی ہیں، اساتذہ بھی ہیں اور اب تو بہت سارے علماء بھی ہیں ماشاءاللہ۔ سر خود تو پی ایچ ڈی نہیں مگر ان کے تلامذہ میں سے بہت سارے اس وقت پی ایچ ڈیز بھی ہیں۔ گزشتہ گیارہ سال سے کالج کے پرنسپل کی ذمہ داری پر فائز رہنا بھی ان کا امتیاز ہے۔ سر نے بحیثیت پرنسپل ماشاءاللہ بہت ہی عمدگی اور کامیابی کے ساتھ کالج کو چلایا، کیونکہ قرآن کالج اب محض ایک عام کالج نہیں بلکہ دینی و عصری علوم دونوں کا ایک مرکز ہے اور ایسے ادارے کو چلانا نسبتاً زیادہ مشکل اور حساس کام تھا مگر الحمدللہ انہوں نے اس حوالے سے اپنی بہترین انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ذمہ داری کو نہایت خوش اسلوبی اور پورے لگن کے ساتھ سرانجام دیا۔

آج ان کی یہ الوداعی تقریب خوشی اور غمی کے ملے جلے احساسات پر مشتمل ہے، 35 سال بعد کسی کو الوداع کہنا ویسے بھی مشکل ہوتا ہے مگر سر ریاض جیسے شفیق استاد کو الوداع کہنا آج میرے لیے یقیناً ایک جذباتی معاملہ ہے۔ بہر حال ہمیں یقین ہے کہ ان شاءاللہ سر دیارِ غیر میں بھی جا کر ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے مشن اور فکر کا داعی بن کر زندگی کے بقیہ شب و روز بسر کریں گے۔ سر نے حال ہی میں کالج کے طلبہ کو ڈاکٹر صاحب کی کچھ منتخب تحریریں پڑھا کر ان کو اسلام کی انقلابی فکر سے روشناس کرایا ہے، اسی طرح ہمارے زمانہ طالب علمی میں بھی سر ہمیں ہر سال مئی کے مہینے میں تاریخ تحریک شہیدین بہت ہی دلکش انداز میں پڑھایا کرتے تھے جس سے قلب و جگر میں جذبہ جہاد انگڑائی لیا کرتا تھا۔

آخر میں دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سر ریاض کی قرآن کالج کے لیے تمام کاوشوں کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرمائے اور آئندہ کی زندگی میں بھی ان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین!

❀❀❀

crooked timber of humanity, no straight thing was ever made." Prabhakar fondly picks quotations from world history. There's a conversation he cites effectively from the movie Gladiator, the story of a failed slave uprising against imperial Rome. It encapsulates the razzmatazz associated with 'Modi events'.

Two Roman senators were exchanging notes on the new emperor, Commodus, chiefly his promise to the people of a grand spectacle — 150 days of games.

"The walls of the city are being painted with enormous pictures of gladiators fighting wild animals in the Colosseum, its sand covered with blood. Senator One: One hundred and fifty days of games! Senator Two: He's cleverer than I thought. Senator One: Clever? The whole of Rome would be laughing at him, if they weren't so afraid of his Praetorians. Senator Two: Fear and wonder. A powerful combination. Senator One: You really think the people are going to be seduced by that? Senator Two: I think he knows what Rome is. Rome is the mob. Conjure magic for them, and they'll be distracted. Take away their freedom, and still they'll roar. The beating heart of Rome is not the marble of the Senate. It's the sand of the Colosseum. He'll bring them death, and they will love him for it."

It's a fair observation by Prabhakar about the veritable Colosseum Modi is turning India into.

An economist, Prabhakar notes how since the 1990s the number of people below the poverty line had increased. The country added 75 million to the world's poor in 2021 alone and slipped to the 132nd position (out of 191 countries) in the UNDP Global Human Development Index for 2021-22. He exposes false claims put out with the help of tweaked statistics to enable Modi to present a rosy picture of the economy. But he is also a strong critic of the BJP's bid to destroy India's social fabric.

He describes an anti-Muslim gathering of Hindu holy men in BJP-ruled Uttar Pradesh — one of several. "One speaker urged Hindus to emulate what Myanmar had done to the Rohingya and 'cleanse' India of Muslims; another declared, 'If 100 of us are ready to kill two million of them, then we will win and make India a Hindu nation'. Neither the state nor the central government condemned the remarks."

In the national capital — where the police force is controlled by the Union home ministry — police silently witnessed street marches by militant Hindutva organisations with activists shouting slogans like 'Hindustan me rehna hai toh Jai Shri Ram kehna hoga' (If you wish to live in this country, you must say 'Jai Shri Ram'), and 'Jab mulle kaate jaayenge Jai Shri Ram chillaenge' (When we slaughter the mullahs, they'll scream 'Jai Shri Ram').

"None of these potential terrorists are in prison; they roam around free and emboldened." A terrifying book, an unusual one, from the finance minister's husband about Modi's New India, written straight from the heart.

Courtesy: *Dawn*

Original Link: *https://www.dawn.com/news/1829142/the-crooked-timber-of-modis-india*

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ فیصل آباد کے مبتدی رفیق محمد الیاس وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-7841146

☆ حلقہ کراچی سٹی، راشد منہاس جوہر کے رفیق ہمایوں خان وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا

فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

The crooked timber of Modi's India

By Jawed Naqvi

WHEN Parakala Prabhakar published his essays in April last year in a book titled The Crooked Timber of New India: Essays on a Republic in Crisis, one ignored it on suspicion that as husband of Finance Minister Nirmala Sitharaman he could not but be deviously trying to massage the anti-democratic image of the government his wife worked for. Besides, one was already armed with terrific insights from scholars, activists, former bureaucrats and journalists into the irreparable damage the Modi government had done to India's democracy to pay attention to Prabhakar. Modi violated the constitutional promise by wilfully hollowing out core institutions, chiefly parliament, the judiciary and just as brazenly the media, a plethora of writers were saying with conviction.

Aakar Patel's seminal book, Price of The Modi Years, published in 2021, gave a blow-by-blow account of the subversion the prime minister was and is still busy carrying out. In many social indices Modi was shepherding India towards sub-Saharan figures. Paranjoy Guha Thakurta's deep research into the Modi connection with the Ambani and Adani business houses resulted in two explosive volumes on energy deals. Modi's coal liberalisation in the middle of the Covid emergency brought censure from the UN secretary general who chided the government for barking up the wrong tree in the name of fighting the scourge. And there have been several exposés by the amazing alternative media on the omissions and commissions of the Modi regime. Probir Pukayastha was jailed for creating a platform for journalists and researchers to question the government on its delinquencies.

In the maze of these brilliant and credible critiques of a government that had acquired features of fascism, Prabhakar's book got buried. Its importance dawned on some when he gave a TV interview to The Wire's Karan Thapar recently, in which he asserted that Modi would not reach 200 seats, well short of the halfway mark of 272 in the elections currently underway. If he won, "it would mark the end of Indian democracy".

In the maze of these brilliant and credible critiques of a government that had acquired features of fascism, Prabhakar's book got buried.

Prabhakar's account of the Modi years covers 2014 to 2022. In his victory speech in Gujarat after the 2014 results, as the book notes, Modi spoke of the good days ahead. In his address to parliament, he offered new hope to the poor and the disadvantaged. In the Independence Day speech, he promised to take everyone along and to give good governance through hard work and consensus. "All the promises have been betrayed. Narendra Modi has squandered two massive national mandates and several state-level mandates. But the ruling party continues to be in a state of denial; it is, in fact, belligerent," says Prabhakar.

A key objective for writing the book was to counter the disinformation carried relentlessly by 24x7 news channels. "It is equally necessary to foreground important developments so that they are not buried under the misinformation that our twenty-four-seven news cycles rain upon us without pause." Crooked timber was a phrase used by Emmanuel Kant: "Out of the

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.17

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore